اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

اکاونواں اجلاس (پہلی نشست)

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ **22** /مارچ 2022ء بروز منگل بمطابق **18** شعبان المعظم 1443 ہجری۔

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	چیئرمینوں کے پینل کا اعلان۔	04
3	رخصت کی درخواستیں۔	05
4	قواعد انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 115 (الف) کے تحت قبل از میزانیہ۔	07

جلد 51 ☆☆☆ شمارہ 1

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میر جان محمد خان جمالی

ڈپٹی اسپیکر۔۔۔۔۔۔۔۔سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جناب طاہر شاہ کاکڑ

اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی)۔۔۔جناب عبدالرحمٰن

سینئر رپورٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جناب حمداللہ کاکڑ

☆☆☆

بلوچستان صوبائی اسمبلی

مورخہ 22 ؍ مارچ 2022ء بروز منگل بمطابق 18 شعبان المعظم 1443 ہجری، بوقت شام 04 بجے زیر صدارت جناب سردار بابر خان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؐ سکتۃ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ۙ

﴿پارہ نمبر ۱۵ سورۃ الکھف آیات نمبر ۱ تا ۳﴾

ترجمہ: تمام خوبیاں اُس اللہ کے لئے ثابت ہیں جس نے اپنے خاص بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اِس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا تاکہ وہ ایک سخت عذاب سے جو کہ منجانب اللہ ہوگا ڈرائے اور اُن اہل ایمان کو جو نیک کام کرتے ہیں۔ یہ خوشخبری دے کہ اُن کو اچھا اجر ملے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وَمَا عَلَیۡنَا اِلَّا الۡبَلَاغ۔

☆☆☆

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ میں قواعد وانضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 13 کے تحت رواں اجلاس کے لئے ذیل اراکین اسمبلی کو پینل آف چیئرمین کے لئے نامزد کرتا ہوں:

۱۔ جناب قادر علی نائل صاحب۔ ۲۔ محترمہ بانو خلیل صاحبہ۔

۳۔ جناب ٹائیٹس جانسن صاحب۔ ۴۔ محترمہ شاہینہ کاکڑ صاحبہ۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں ایک point of order پر آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔ جناب اسپیکر! ایسا ہے ہمارے بہت سارے لوگ ہمارے صوبے کے اور بالخصوص آپ کے ڈسٹرکٹ موسیٰ خیل کے ہزاروں لوگ اپنی شہری زندگی اپنی کاروباری زندگی کیلئے وہ پنجاب کے بالخصوص ملتان، ڈی جی خان، رحیم یار خان، صادق آباد میں وہاں قیام پذیر ہیں مختلف کام کرتے ہیں زیادہ تر لوگ بھٹہ کے کاروبار سے منسلک ہیں۔ یہ 18 مارچ کو تھانہ کوٹ چٹا ڈیرہ غازی خان کی حدود میں ایک فیملی رہتی ہے۔ ایک پانچ سال کا معصوم ضیاء الدین موسیٰ خیل جو وہاں ظاہری بات ہے وہ نرسری میں پڑھتا ہوگا پانچ سال اس کی age ہے فرسٹ کلاس میں ہوگا یا سیکنڈ میں، وہ صبح گھر سے نکلا ہے باقی بچے تو گھر آ گئے یہ معصوم بچہ لاپتہ ہوگیا۔ پھر اس کے چچا اس کے والدین وغیرہ اس کے فیملی ممبران نے انھیں ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی آخر کار وہ زخمی حالت میں وہاں ایک کھیت سے ملا اس پر بڑا تشدد ہوا تھا اس کو ہسپتال لیکر گئے اور اس سے جنسی زیادتی بھی کی گئی تھی اور پھر وہ زخموں کی تاب نالا کر وہ معصوم پھول جیسا بچہ جس کی یہ تصویر آپ کے سامنے ہے اگر کیمرے والے اسے زوم کر لیں تو یہ معصوم سا بچہ زخموں کی تاب نالا کر شہید ہوگیا۔ جناب اسپیکر! ویسے آپ دیکھتے رہتے ہیں مختلف ٹیلی ویژن نیٹ ورک چینل پر پنجاب میں کسی کے ساتھ کوئی بھی واقعہ ہوتا ہے تو اسے اتنا بڑا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے ۔لیکن جناب اسپیکر! یہ معصوم بچے سے متعلق تمام ٹیلی ویژن جتنے بھی ٹی وی چینلز تھے وہ خاموش رہے اس کے قاتل ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے ہیں۔ اب ایک معصوم سا بچہ اس کے ساتھ اتنی زیادتی اور آج چار پانچ دن گزر گئے ابھی تک اسکے قاتل گرفتار نہیں ہوئے ہیں۔ تو کیا جناب اسپیکر! یہ ملک ایک فیڈریشن نہیں ہے کیا ہمارے لوگ کسی دوسری جگہ اپنی شہری زندگی نہیں گزار سکتے اپنی کاروباری زندگی کیا ان کو تحفظ کا حق حاصل نہیں ہے؟ اگر تحفظ کا حق حاصل ہے۔ اگر آئین پاکستان نے ہمارے عوام کو یہ حق دیا ہے تو اس معصوم بچے کی اس کے والدین کی فریاد کون سنے گا کب ان کو انصاف ملے گا تو آج آپ as costodian آپ جاتے رہتے ہیں پنجاب آپ وہاں اپنے قبیلے کے لوگوں سے ملتے رہتے ہیں اور یہ بھی آپ کے حلقے کا بندہ ہے یہ بچہ میں رولنگ چاہونگا کہ آپ پنجاب حکومت اس کے ہوم سیکرٹری اس کے ہوم ڈیپارٹمنٹ سے پوچھیں آئی جی

پولیس پنجاب سے پوچھیں کہ اس بچے کی جو ایف آئی آر میں آپ کے حوالے کرر ہا ہوں یہ ایف آئی آر میں نامزد ملزمان یا اب تک جو نا معلوم ہیں ان کی گرفتاری ہوئی ہے یا نہیں اس معصوم بچے ضیاء الدین موسیٰ خیل کی تو میں یہ آپ کے حوالے کرر ہا ہوں ایف آئی آر کی کاپی بھی ہے اور اس کی یہ تصویر بھی ہے اور آپ رولنگ دیدیں پنجاب حکومت سے کہ وہ اس حوالے سے کیا اقدامات کیے ہے اور ملزمان کی گرفتاری ہوئی ہے یا نہیں اور گرفتار ہو جائیں تو ان کو ایسی سزا ملنی چاہیے تا کہ باقی لوگ اس سے سبق حاصل کر سکیں۔ thank you جناب اسپیکر

۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ نصر اللہ خان زیرے صاحب! یقیناً یہ ایک بہت بڑا واقعہ ہے بلوچستان کے جتنے بھی ہمارے لوگ ہیں وہ دھرنے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔تو وزیر داخلہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ہوم سیکرٹری کو جو ہم یہاں اسمبلی سے یہ ہدایت دیتے ہیں کہ وہ آئی جی پنجاب سے اس کی رپورٹ بھی طلب کریں اور جو جو ملزمان اس میں ملوث ہیں اُن کے خلاف سخت کاروائی کریں ،ضیاء صاحب! اس پر kindly آپ سخت سے سخت ایکشن لیں کیونکہ یہ بہت افسوسناک واقعہ ہے۔

میر ضیاء اللہ لانگو (وزیر داخلہ): جناب اسپیکر! نصر اللہ زیرے صاحب نے ایک اہم نقطہ اٹھایا ہے یہ ایک انسانیت سوز واقعہ ہے آج ہی ACS ہوم کو بتا دینگے کہ وہ ان کو لیٹر بھیج کر ان سے مزید معلومات لے لیں گے

۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔اور جہاں تک میڈیا کی بات ہے یقیناً نیشنل لیول کا جو میڈیا ہے اتنے بڑے واقعے پر خاموش ہے جو کہ قابل مذمت ہے،

جناب ڈپٹی اسپیکر: سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

جناب طاہر شاہ کاکڑ (سیکرٹری اسمبلی): نواب محمد اسلم خان رئیسانی صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا رواں اجلاس سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار یار محمد رند صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: نواب ثناء اللہ زہری صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا رواں اجلاس سے رخصت منظور

کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: نوابزادہ طارق مگسی صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: نوابزادہ میر نعمت اللہ خان زہری صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا رواں اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر سکندر علی عمرانی صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: انجینئر زمرک خان اچکزئی صاحب نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب قادر علی نائل صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب خلیل جارج صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بشریٰ رند صاحبہ نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج سے 26 مارچ تک کی نشستوں میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ مستورہ بی بی صاحبہ نے ناسازی طبیعت کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے

قاصر رہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ بانو خلیل صاحبہ نے ناسازی طبیعت کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: محترمہ زینت شاہوانی صاحبہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: رخصت کی درخواستیں ختم۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: **قواعد انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 115(الف)** کے تحت قبل از میزانیہ، بحث جو معزز اراکین اسمبلی بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام سیکرٹری کو بھجوا دیں ۔ آج کے دن صرف اِس پر بحث کی جائے گی point of order پر نہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ شروع کر دیں اور جو اراکین بات کرنا چاہتے ہیں وہ سیکرٹری صاحب کو اپنا نام بھجوا دیں

جناب ڈپٹی اسپیکر: تمام محکمے کے سیکرٹریز کو ہدایت کی جاتی ہیکہ وہ اپنے محکموں سے متعلق معزز اراکین اسمبلی کی تجاویز کو نوٹ کریں اور اس بابت ضروری اقدامات کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ملک سکندر ایڈووکیٹ صاحب۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف): شکریہ جناب اسپیکر۔ الحمدللہ (تلاوت قرآن پاک) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب اسپیکر! میں محترم اسپیکر میر جام جمالی صاحب کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں کہ پری بجٹ بحث کے لیے ہم بار ہا درخواست بھی کر چکے ہیں احتجاج بھی ہم نے کیا۔ ایک آئینی اور اِس اسمبلی کے قواعد وضوابط کے تحت ایک کارروائی کو بجالانے کے لیے ہماری درخواستیں ردی کی ٹوکری میں ڈالی گئیں ۔لیکن آپ حضرات کا محترم سردار صاحب اور جان جمالی صاحب کا تہہ دل سے ہم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے قواعد وضوابط کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اس august house pre budget session کرانے کا انتظام کیا ہے۔ بہت شکریہ جناب اسپیکر! اگر ہم قواعد وضوابط اور قانون کو دیکھیں تو ایک ایسا chain کے قواعد وضوابط ہیں جو فرد تک پہنچنے کے لیے وسائل اور قواعد اور ضوابط ہمارے پاس ہیں۔ اگر ہم

لوکل گورنمنٹ کے سسٹم کو دیکھیں۔ توvillage کی سطح پر یونین کونسل کی سطح پر ڈسٹرکٹ کونسل کی سطح پر اور جہاں میونسپل کمیٹیز ہیں یا میونسپل کارپوریشن یا میٹروپولیٹن ہے وہاں ہر علاقے میں وارڈز کے جوممبرز ہیں یہ ایک ضابطے کاchain ہے جو عام آدمی کی ضرورت اور سہولت تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکنunfortunately گزشتہ 74سال میں اس chain پر جس طرح عمل ہونا چاہیے تھا اس طرح کا عمل نہیں ہوا ہے ۔ اور MPAsاورMNAs کا جہاں تک بنیادی تعلق ہے ان کا اصل کام اس ہاؤس میں بیٹھ کر اور اسلام آباد کی پارلیمنٹ میں بیٹھ کر قانون سازی کرنی ہے اور قانون سازی کی بنیاد پر عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ایسے ضوابط بنانے ہیں جن سے لوگوں کی زندگیاں خوشحالی سے ہم کنار ہوسکیں۔ لیکن اس میں بھیunfortunately جب سے مرحوم غلام اسحاق جوpresident تھے پاکستان کے ان کے دور سےMPAs اورMNAs کو گلی اور نالی کی سیاست پرfocus کیا جواب تک چلا آرہا ہے۔ اور یہاں یہ صورت حال بھی رہی ہے میں دور کی اس لئے عرض نہیں کروں گا جو اس وقت ہوا ہے کہ ایک ایم پی اے کو particularly belonging to opposition ان کوMPA یا لوگوں کا نمائندہ تسلیم کرنے سے انکار ہوا ہے۔ جس کے لیے ہمارا احتجاج اس اسمبلی کے ریکارڈ کا حصہ ہے۔ عوام کے سامنے ہے میڈیا کے سامنے ہے تو جب ایک representative کی موجودگی میں من پسند لوگوں کو باہر سے لاکر کروڑوں کے فنڈ دیئے جس سے اس representative کی حق تلفی اور بے توقیری بھی ہوئی اس کی عزت کو بھی خاک میں ملانے کی کوشش ہوئی ۔اس موجودہ گورنمنٹ کو اس حوالے سے ہم سراہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ نےMPAsاور یہاں کے constitutionalrepresentatives کو ان کاstatus دیا تو یہ یقیناً ایک سراہنے والی بات ہے تو عرض میں کر رہا تھا چونکہ یہ بجٹ سے متعلقsession ہیں تو اگر اس بات کوensure کیا جائے جو پہلی بنیادی بات ہے اس کوensure کیا جائے کہ جوchain اور جو کڑیاں ہیں. اس کے مطابق عمل درآمد کیا جائے تو بجٹ کا فائدہ ایک عام فرد کو جو کسی بھی پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہو اس کو اس کا فائدہ پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ اس بجٹ کو اس طریقے سے استعمال کیا جائے جو اس کی ضرورت ہے یا وہ بجٹ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے ہے۔ اب تو چونکہlocal bodies ابھی تکestablish نہیں ہوئی ہیں تو MPAs جوlegal representatives ہیں اس پورے صوبے کے اور صوبے کے طول عرض سے کوئی بھی ایسا چھپا نہیں ہے جہاں ان کاconstitutional representatives نہیں ہیں۔ اس کی ذمہ داری بنتی ہیں کہ وہ عوام کے اس بجٹ کے ایک ایک روپیہ کی وہ حفاظت کریں۔ اور وہی ذمہ داری ہمارے جو محکمے ہیں ان کے سربراہان

ہیں ان کے ذمہ داران ہیں ان پر یہ ذمہ داری پڑتی ہے کہ اس بات کو ensure کیا جائے کہ سرکار کا ایک ایک روپیہ پنی جگہ پر لگا ہے میں اس ہاؤس والے شاید میری حمایت کریں کہ اس وقت unfortunately سو میں سے تیس اور پینتیس روپے ڈویلپمنٹ پر خرچ ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ جو پیسے ہیں۔وہ miss use ہوجا تے ہیں۔تو سالانہ بجٹ کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ تمام سوراخ بند کئے جائیں جہاں سے عوام کے حقوق ضائع یا غصب ہوتے ہیں۔ یہ پہلی ذمہ داری ہے ایم پی اے کی بھی ہے اور متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کے ایک کارکن ایک اہلکار سے اس کے سیکرٹری تک یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا تحفظ کرے۔ایم پی ایز اور ایم این ایز تو ایک پانچ سال کے لئے آتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں لیکن ہماری اس حکومت کی سب سے بڑی اور مضبوط جڑیں وہ ہماری بیوروکریسی ہیں ان کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ یہ بجٹ کے ایک ایک روپے کو سنبھال کے رکھیں۔کسی بھی غیر قانونی آرڈر کا کوئی بھی بیوروکریٹ پابند نہیں ہے۔ ہمارا لاء بھی ہے ہماری عدالتوں کے فیصلے بھی یہی ہیں کہ کوئی بھی بیوروکریٹ چاہے کسی بھی سطح کا کیوں نہ ہو اس کو لاء مکمل protect کرتا ہے کہ وہ کسی بھی غیر قانونی عمل کو یا بلیک میل سے اجتناب کریں۔ ہمارے unfortunately ایسا بھی ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا کے بد نام activist ہیں وہ بھی بلیک میل کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں اور ان کی بلیک میلنگ میں ان کو اپنی ڈیوٹی دینی چاہیئے۔ جو ضروری ہوتی ہے وہ ان سے رہ جاتی ہے اس لئے میں عرض کرتا ہوں۔ یہ ذمہ داری یہ بجٹ ہم سب کا ہے اور میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے جتنے لوگ ہیں وہ بلوچستان کے سود اور زیان کے برابر کے ذمہ دار ہیں چاہیے ایم پی ایز ہیں چاہیے منسٹرز ہیں چاہیے چیف منسٹرز صاحب ہیں۔ چاہیے کوئی بھی ہے جو اس ہاؤس میں ہمارے جتنے معزز ین بیٹھے ہیں ہمارا مطالبہ یہ ہوگا کہ ان کو اپنے اختیارات کے تحت مکمل طور پر آزاد رکھا جائے اور ان کی ذمہ داری یہ ہوگی کہ بلوچستان کے حقوق کا مکمل تحفظ کریں۔تب جا کے اس بجٹ سے استفادہ بھی ہوسکتا ہے اور بلوچستان کو خوشحالی بھی نصیب ہوسکتی ہے۔اور بلوچستان ترقی بھی کرسکتا ہے اگر آج تیس روپے خرچ ہوتے ہیں اور اگر کوشش کی جائے تھوڑی بہت strict policy بنائی جائے تو یہ جو تیس روپے جب پچاس روپے بن جائیں گے ترقیاتی کاموں میں خرچ ہونے کے لئے تو آپ کے بجٹ کا رنگ نکلنا شروع ہوجائے گا۔اور اگر یہ ساٹھ تک یا ستّر روپے تک پہنچیں گے تو آپ کی ترقی کا عمل تیز ہونا شروع ہوگا لیکن اگر یہ اس طرح miss use ہونگے تو 74 سال گزرے ہیں ہمارے سب کے سامنے سارا کچھ ہے کوئی ترقی نہیں ہوئی ہے۔74 سال اور گزر جائیں گے تب بھی کوئی ترقی نہیں ہو گی۔ یہ میری پہلی گزارش ہے، دوسری گزارش یہ ہے کہ جب ہم بجٹ تیار کرتے ہیں تو مختلف sectors میں

اس کے لئے فنڈز allocate ہوتے ہیں امن وامان کے لئے ایک بڑا فنڈ allocate ہوتا ہے اس میں میں عرض کرونگا کہ دیکھا جائے کہ ایک تو اخلاقی تربیت دینے کے لئے امن وامان سے متعلق معاشرے کی فلاح و بہبود سے متعلق اور معاشرے کے افراد کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لئے کوئی باضابطہ بجٹ میں کوئی allocation نہیں ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کو فوکس کیا جائے کیوں کہ اگر ہمارے معاشرے میں ہم اخلاقی قدروں کی عزت نہ کریں اور معاشرے کے افراد کو ہم وہ تربیت نہ دیں جس سے وہ اچھائی کی طرف قدم بڑھائیں اور برائی سے اپنے قدم روکیں۔ تو پھر یہ ترقی نہیں ہوسکتی۔ یہاں ہمارے ڈیپارٹمنٹس ہیں سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوشل ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ کے اسٹیبلش کرنے کا بنیادی غرض کیا ہے اور جب یہ سوشل ویلفیئر کے نام سے اپنے اقدامات کرے گا معاشرے کی تربیت میں اپنا حصہ ڈالے گا تو اس سے یہ ہے کہ جو اس وقت ہمارے معاشرے کی جو بری حالت ہے وہ سدھرنی شروع ہوگی۔ اس کے لئے ہونا یہ چاہیے جب سے میں دیکھ رہا ہوں سوشل ویلفیئر کی بنیاد پر اگر کبھی کوئی مارچ ہوتا ہے تو صرف دکھاوے کے لئے یا ایک فنکشن رکھ دیا وہ بھی دکھاوے کے لئے، خصوصی طور پر ایریاز کو فوکس کر کے ان لوگوں کی تربیت کا ایک ذریعہ تلاش کیا جائے ایک ترتیب بنائی جائے۔ اس میں علماء کرام کو اور جو ہمارے زعماء ہیں اور جو ہماری سوسائٹی کے اور ایسے تمام لوگ جو اس معاشرے کی فلاہ و بہبود چاہتے ہیں اس کو اس کا حصہ بنایا جائے تاکہ وہ یہ بتائیں کہ یہ صوبہ ہمارا ہے اس صوبے کے لوگ ہمارے ہیں اس صوبے کو ترقی کی ضرورت ہے دنیا پر نظر ڈالی جائے تو دنیا کہاں سے کہاں پہنچ رہی ہے ہم ابھی تک کھنڈرات میں ہیں۔ اس لئے ایک تو اس بات کو سوچا جائے اور ایک ایسا mechanism آخر میں میں تجاویز بھی اس سلسلے میں دونگا اس وقت آپ سب کے لئے یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ mechanism کی ضرورت ہے کہ معاشرے کے افراد کو تربیت کی ضرورت ہے اصلاح اور فلاح کی ضرورت ہے۔ جب دوسری بات آتی ہے اگر یہ فلاح اور اصلاح کی بات چلے تو تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ پچاس فیصد لوگ برے یا جرائم کے اعمال سے خود بخود اس کو برا سمجھتے ہیں اور اس سے دست کش اور کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا کا ایک مسلمہ اصول ہے اگر continuously تربیت اور اصلاح کے عمل کو آگے لے جایا جائے تو پچاس فیصد آبادی ان برائیوں سے دست کش ہوسکتی ہے اب ہمارے اس معاشرے کو دیکھیں جن خاندانوں میں یا جن علاقوں میں تربیت اولاد کی صحیح ہوتی ہے وہ تمام برائیوں سے خود بخود کنارہ کش ہوتے ہیں اور جہاں نہیں ہیں وہاں دیکھیں آپ، کیا صورت بنتی ہے اور جب ایک آدمی کے ذہن میں یہ ڈال دیا جائے کہ یہ جو چوری ہے یہ برا عمل ہے جھوٹ بولنا برا عمل ہے۔ تو میں سمجھتا

ہوں کہ اگر وہ سونا اس کو راستے میں ملتا ہے وہ سونا بھی وہ advertise کرتا ہے کہ یہ سونا مجھے ملا ہے اور یہ لے جایا جائے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کئی ٹیکسی ڈرائیورز کئی رکشہ ڈرائیورز اخبار میں دے دیتے ہیں کہ فلاں جگہ میں سفر پر جا رہا تھا۔ ایک مسافر کا بیگ میرے رکشے میں میری گاڑی میں رہ گیا ہے لہٰذا جس کا ہو وہ نشانی بتا کر لے جائیں۔ اور وہی معاشرہ ہے وہی ہمارے بھائی ہیں وہی ہمارے لوگ ہیں جو رات کو دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں اور جب دروازہ کھول دیتے ہیں تو پسٹل سے فائر کر کے مکین کو مار دیتے ہیں اور سارا سامان لے کر جاتے ہیں۔ وہ ایک انتہائی ضروری بات اس کی ہے کہ اس کو زیر غور لایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور اس کیلئے بجٹ میں اس چیز کو رکھا جائے۔ دوسری جو امن وامان کو بحالی کیلئے یا بجٹ میں اس کیلئے رقم کی تخصیص سے متعلق تو ہمارے کئی ادارے ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے، قانون کی بالادستی کو بحال کرنے والے، قانون پر عمل درآمد کرنے والے اور لوگوں کی جان ومال کے تحفظ کیلئے اس میں کئی ادارے ہیں۔ مثلاً اس میں آپ کی لیویز ہے، ایک فورس ہے۔ آپ کی پولیس ہے ایک فورس ہے۔ آپ کی ایف سی ہے ایک فورس ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جو اس ملک اور اس صوبے کے عوام کی دیکھ بھال کرنے والے اور دشمنوں پر نظر رکھنے کیلئے، آئی ایس آئی ہے۔ ایم آئی ہے۔ ایم آئی یو ہے۔ اور اس طرح منشیات کو روکنے کیلئے کسٹم ہے، انٹی نارکوٹیکس فورس ہے۔ تو ان کا ہر ایک کا ایک عمل ہوتا ہے۔ یہ امن وامان سے related معاملات ہیں۔ اس سلسلے میں یہ تجویز دونگا کہ ہمارے وہ معزز ادارے جو ہمارے تحفظ کیلئے ہیں۔ اس دھرتی کے تحفظ کیلئے ہیں۔ جس میں آئی ایس آئی ہے، ایم آئی ہے، آئی بی ہے، ایم آئی یو ہے۔ اس بارے میں میری تجویز یہ ہوگی کہ وہ اپنے وجود کا علم کسی کو نہ دیں۔ اس سے ایک طرف تو ان کا اپنا جو کمان ہے وہ مضبوط رہے گا۔ اور دوسری طرف جو سماج دشمن عناصر ہیں یا ملک دشمن عناصر ہیں یا اس دھرتی کے مخالفین ہیں وہ بھی اسلئے لرزہ براندام رہیں گے کہ جی ہماری کہیں کھوج نہ لگ جائے۔ یہ میری تجویز ہے اور یہ تجویز ملک اور صوبے کے حق میں بھی ہیں اور ہماری انتہائی قابل احترام اداروں کی حق میں بھی ہے۔ جہاں تک کسٹم اور انٹی نارکوٹیکس فورس کا تعلق ہے اس میں یہ دیکھا جائے۔ صوبے سے مرکز کیساتھ بھی باقاعدہ یہ روابط پیدا کئے جائیں کہ کسٹم کی ذمہ داری بارڈر پر ہوتی ہے۔ بارڈر سے سمگلنگ کی اشیاء نہ آئیں، منشیات نہ آئیں اور غیر آئینی اور غیر قانونی چیزیں جو پاکستان کی حکومت نے بند کی ہے وہ نہ آئیں۔ تو یہ اگر بارڈر پر کارروائی کرتے ہیں۔ تو یہ ان کے فرائض کا ایک حصہ ہے لیکن اگر یہی کسٹم جناح روڈ کے ایک دکان میں گھس جاتے ہیں کہ تم یہ کپڑے غیر قانونی لائے ہیں اور اُس دکاندار کو مارنا اور پھر اُس کے خلاف کیس کرتے ہیں یہ بلیلی پر کرتے ہیں یا ادھر جناح روڈ پر کرتے ہیں تو یہ مَیں سمجھتا ہوں کہ ناپسندیدہ عمل ہے جو اُن کی

ڈیوٹی ہے۔اُس ڈیوٹی کو وہ جہاں ہے وہاں وہ کہیں باہر سے تو نہیں۔ باہر سے کوئی چیز آتی ہے تو بارڈر کے تھرو ۔ جہاں سے راستہ ملتا ہے وہ بھی اُن کو پتہ ہے کہ کہاں سے آتا ہے۔تو شہر کے اندر پھر لوگوں کو تنگ کرنا یہ ناپسندید ہ عمل ہے اور اس میں جو بجٹ ان کو ملتا ہے اُس پر اُس حوالے سے نظر ثانی بھی ہونی چاہیے کہ تمہاری ڈیوٹی اُس حد تک مکمل نہیں ہوئی ہے جس حد تک تمھیں کرنی تھی اسلئے اُس بجٹ کو باقاعدہ اُس کا موازنہ ہو۔منشیات زہر ہے ہمارے صوبے کے لئے ہمارے ملک کے لئے۔لیکن اس زہر کو کہاں روکنا ہے جہاں اُس کی روکنے کی جگہ ہے اب ہمارے سب کی بس سے نکلی ہوئی بات ہے آپ ہمارے اس کوئٹہ شہر کے کسی بھی علاقے میں جائیں تو آپ کو سرہلاتا ہیروئنی ملے گا۔ ہر گلی میں ملے گا تمام لوگ یہ جتنے بھی قانون نافذ کرنے والے ادارے مفلوج ہیں۔اُن کو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔اور دوسری طرف ہمارا معاشرہ جو ہے وہ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔تو ان عوامل کا انتہائی سختی سے نوٹس لینا چاہیے اور اس کو اس حد تک کرنا چاہیے ساری دنیا میں کسٹم ہوتا ہے سارے دنیا میں باہر سے منشیات کو روکنے کیلئے وہ ہوتے ہیں لیکن کہاں روکا جائے یہ ذمہ داری جس کی ہے۔وہاں روکیں ورنہ وہ پھر اس بجٹ کے پیسوں کے حقدار اس حوالے سے نہیں ہے۔اب اُس کے بعد جو آتا ہے۔لیویز، پولیس اور ایف سی کی،ہم احترام کرتے ہیں ہمارے ادارے ہیں لیکن یہ دیکھا جائے یہ ہماری صوبائی اسٹیبلشمنٹ کا فرض ہے ،یہ ہماری صوبائی گورنمنٹ کا فرض ہے وہ سر جوڑ کے بیٹھ جائیں کہ لیویز کو کونسے علاقے حوالہ کرنا ہے اُن کی حدود کیا ہے؟ یہ ساری دنیا میں یہ سارے بلوچستان میں اس کو publish کیا جائے۔ہزاروں لیویز کے ملازمین لگتے ہیں۔دنیا جہاں کے اسلحہ کے لئے اُن کو پیسے ملتے ہیں کونسی وہ limitation ہیں جہاں اُن کی ذمہ داریوں کو جوڑا جائے۔اگر وہ ذمہ داری اُس محدود دایرے میں نہیں کر سکتے تو پھر مَیں نہیں سمجھتا کہ وہ اس بجٹ سے امن وامان کے نام پر ایک خطیر رقم لے جائیں۔اُن کو ساتھ بھی پولیس کا یہ تعین کیا جائے کہ پولیس نے قانون کی بالادستی ،امن وآمان کا قیام، جرائم روکنے کے عمل کو کس حد تک کرنا ہے کونسے اُن کے حدود ہیں اُن حدود کا تعین کیا جائے اور اُن حدود میں اُن کی ذمہ داری fix کی جائے۔اُن کو سیاست کا الہ کار نہ بنایا جائے نہ لیویز کو اور نہ پولیس کو ان کو منسٹروں یا بڑے لوگوں کے گھر پر حاضری دینے کا موجب نہ بنایا جائے اُن کو ایک ٹاسک دیا جائے کہ ادھر سے اُدھر تک تمہاری ذمہ داری ہے fix کی جائے publish کی جائے کہ یہاں اگر کوئی جرم ہوتا ہے تو تم اُس کا ذمہ دار ہو۔اور اگر اس ذمہ داری کو پوری نہیں کرو گے تو یہ لاء اینڈ آرڈر کے نام پر جو اتنا بجٹ تمہارے لئے مختص ہوا ہے اُس کے حقدار نہیں ہو۔ایک SHO ایک پولیس اسٹیشن کی حدوود میں کس لئے appoint ہوتا ہے؟ اس لئے وہ ہوتا ہے کہ منشیات نہ ہوں۔وہاں لوگوں کی جان ومال کی امان ہو۔وہاں

چوری ڈکیتی نہ ہو۔ جو مجھ جیسا عام آدمی اور آپ سب اس بات کی گواہ ہیں اور اگر اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بیٹھیں گے تو آپ کو بھی معلوم ہوگا مجھ جیسا عام آدمی کسی محلے میں مجھے معلوم ہے کہ فلاں آدمی کیا کام کرتا ہے کہاں شراب سپلائی کی جاتی ہے۔ کونسے محلے میں، کونسا گھر ہے جو شب خیز ہے رات کو اُٹھتا ہے اور اللہ کے سامنے گڑ گڑاتا ہے۔ کون ہے جو یہاں بچوں کو ورغلاتا ہے فضولیات میں بچوں کو وہ لگاتا ہے یہ مجھ جیسے ایک عام آدمی کو معلوم ہے تو ایک ایس ایچ او کو کیسے پتہ نہیں ہوگا کہ جب اس کی وہاں ڈیوٹی لگائی جاتی ہے تو یہ ساری ذمہ داریاں اس کی ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی ڈیوٹی پولیس اپنی حدود میں ڈیوٹی دے سکتی ہے تو جتنا بھی بجٹ میں امن وامان کے لئے رقم دی جاسکتی ہے وہ دی جائے۔ اسی طرح ایف سی کی پوزیشن ہے اگر لیویز اور پولیس میں دعوے سے کہتا ہوں اگر لیویز اور پولیس اپنی performence ٹھیک کریں اقرباء پروری سے دور ہو جائیں دست اندازی سے پیچھے چلے جائیں اور اس بات کی قربانی دیں کہ میں نے اس دھرتی کے اور اس دھرتی کے لوگوں کے لئے اپنی جان بھی قربان کرنی ہے اپنی عزت وآبرو بھی قربان کرنی ہے میں کسی کی سفارش نہیں مانوں گا۔ میں کسی کا بھائی ہوں میں کسی قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں اس قبیلے کا بھی میں نہیں سوچوں گا جو مجرم ہے جس نے غلط کیا ہے میں کھڑا ہوں اس کے مقابلے میں تو ایف سی کو کیا ضرورت ہے کہ کوئٹہ شہر میں چوکیاں لگائے اور کوئٹہ شہر میں اپنا کام کرے اور ان تینوں فورسز کا اگر بیک وقت ایک عمل ہوتا ہے اور even بارڈر میں بھی ایک عمل ہوتا ہے اس کے ساتھ کسٹم اور اینٹی نارکوٹیکس بھی شامل ہوتے ہیں تو پھر ذمہ داری کس کس کے ہاتھ ہیں اس کا تعین نہیں ہوسکتا اسلئے اس بجٹ میں امن وامان کے معاملے میں ان چیزوں کو مدنظر رکھا جائے اور اگر سب کا پولیس، لیویز، اور ایف سی کا ایک ہی کام ہو جائے تو پھر حسد بھی ہوتی ہے ہارٹ برننگ بھی ہوتی ہے اختیارات کا استعمال غلط بھی ہوتا ہے اور اس سے کچھ لوگ پھر کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں کچھ لوگ پھر مطلب جو جس کا ذمہ ہوتا ہے اس سے وہ کتراتا ہے پھر وہ نہیں کرتا ہے اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ جہاں لیویز اپنی کام کرسکتی ہے وہاں پولیس کو بھی نہیں جانا چاہیے جہاں پولیس اپنی کام کرسکتی ہے capable ہے ہزاروں لاکھوں لوگ ہمارے پولیس میں ہیں لیکن کیوں ان کو hider رکھا گیا ہے کیوں ان سے کام نہیں لیا جاتا ہے یہی ٹریننگ جو ہماری فوج یا ایف سی کرتی ہے یہی ٹریننگ پولیس بھی تو کرتی ہے پولیس اور لیویز کو ہم فورس ہی نہ مانیں تو ہم اپنے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اپنے صوبے کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں اور اس پولیس کے ساتھ بزات خود زیادتی کرتے ہیں تو اسلئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس کے لئے آئی جی صاحب ہیں پولیس کے اور higher authorities ہیں ہوم ڈیپارٹمنٹ ہے چیف منسٹر صاحب ہیں ہوم منسٹر صاحب ہیں یہ انکی ذمہ داری ہے اور جو concerned

جتنے بھی لوگ ہیں کہ وہ ان چیزوں کو اگر 74 سال میں نہیں ہوا تو اب اس کو وہ کلیئر کر دیں تا کہ امن وامان پر قابو پایا جا سکے اور جس کو ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہوا سے ذمہ دار قرار دیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے دشمن بہت ہیں میں سمجھتا ہوں بلوچستان کے دشمن بہت ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہاں ظلم اور زیادتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ جس کو آپ فورس کہتے ہیں اس فورس کو اپنی ڈیوٹی ادا کرنے کے لئے آزادی دیں اور ان سے کہیں کہ آپ کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہے آپ کا یہ فرض ہے اس ڈیوٹی کو آپ نے سنبھالنا ہے۔ امن وامان کے بعد جناب دوسرا جو اہم مسئلہ ہے بجٹ سے releted ہے روزمرہ کے استعمال کی اشیاء یعنی امن وامان تو اس وقت جب امن وامان نہیں ہوگا تو کچھ بھی نہیں ہوگا آپ اندازہ لگائیں کہ ایک گھر ہے اس کا دروازہ نہیں ہوگا تو مکین ساری رات بیٹھا رہے گا کہ کہیں ایک چور نہ آ جائے کوئی اور مسئلہ نہ ہو لیکن اگر اس کا گھر محفوظ ہوگا دیواریں ہوں گی دروازہ ہوگا بند ہوگا تو رات کو مزے سے سو سکے گا یہ امن وامان کے لئے پیسے اس مقصد کے لئے رکھے جاتے ہیں کہ عوام رات کو آرام سے سوئیں اور دن کو انکے بچے وہ خود جہاں کہیں پھریں ان کو یہ یقین ہو کہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا اس کو امن وامان کو مربوط رکھنے کے اور اس امن وامان کے برقرار رکھنے کی بنیادی یہی غرض ہے اسکے بعد روزمرہ میں سب سے بنیادی ضرورت پانی کا ہے ہمارے ملک میں اپنی جگہ پر لیکن ہم چونکہ صوبائی بجٹ سے متعلق بحث کر رہے ہیں ہم اپنے آپ کو confine کرتے ہیں صوبے تک پانی کا ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہر جاندار کو اس کی ضرورت ہے اور اسکے لئے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے یہ جو بجٹ تیار ہو رہا ہے اس کے بنانے والوں کی ذمہ داری ہے جب یہ بجٹ ٹیبل ہوگا جب منظور ہوگا منظور کرنے والوں کی ذمہ داری ہے اور اس سے releted جو ہمارے بیورکریسی کے جتنے ڈیپارٹمنٹس ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ عوام کو پینے کے پانی کا جو ان کا مسئلہ ہے یہ حل کیا جائے اس کے لئے بجٹ میں رقم رکھی جائے میں دارالخلافہ کی بات کرتا ہوں کوئٹہ میں ہمارے نو ایم پی ایز ہیں ان کے علاقے میں پانی کی شکایت کے علاوہ کوئی دوسری شکایت آپ کو یہاں جو بھی آتا ہے پانی پانی پانی کی بات کرتا ہے پانی ایک بنیادی مسئلہ ہے آج میں دکھ سے یہ کہتا ہوں اور لالا صاحب سے ادب سے گزارش کرونگا کہ آپ کے امتحان کا مسئلہ ہے 2006 یا 2007ء میں کوئٹہ میں میگا واٹر پروجیکٹ شروع ہوا کوئی چھ یا سات ارب روپے وہ پروجیکٹ چلتا رہا ئی ارب ہو گئے لیکن mismanagement کی وجہ سے پائپس تو پورے کوئٹہ میں انہوں نے بچھا دیئے لیکن unfortunately source locate کا کوئی نہیں سوچا اس وقت میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں ہمارے نواں کلی میں اسی ٹائم کا ایک سلسلہ ہے میں نے کوشش کی اس سلسلے کو active کرنے کے لئے تو یہاں بائی پاس پر ایک reservoir تھا اس کو میں نے

کوشش کی کہ اس کے اوپر ٹینک بن جائے اور تھرمل پاور کے ساتھ ایک reservoir تھا وہاں اوپر کا ایک ٹینک بن جائے تو یہ فائدہ ہوگا کہ جب پانی آئے گا reservoir میں پائپ already بچھے ہوئے ہیں یہ پانی نواں کلی، کوتوال، شیخ ماندہ، کلی الماس اور سمال آباد اس پورے علاقے چونکہ ڈھلوان میں آتے ہیں ان سب کو یہ پانی مل جائے اسکیم بنی واسا نے بنائی اور اس کو active کرنے کے لئے انہوں نے اپنا کام شروع کیا بہرکیف وہاں سے ایک objection آئی اس کو remove کرنے کی ہم کوشش کررہے ہیں کہ جی اس سے سیکورٹی کیونکہ بائی پاس اور ہماری جو ملٹری کا حصہ ہے وہ اکھٹا ہے وہاں امن وامان کا ایک مسئلہ ہے جب overhead ٹینک بنے گا امن ومان کا ایک مسئلہ ہوگا بہرکیف اس کے پیچھے انشاءاللہ وہ ٹھیک ہوجائے گا تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ صرف اگر یہ دو جگہوں پر reservoir بن جائیں اور source میں جو انہوں نے درہ ماندہ میں یا دوسری جگہ میں انہوں نے بور لگائے ہیں ان کو already پائپ بچھے ہوئے ہیں اور یہ پائپ وہاں سے آئیں پورے کوئٹہ میں مختلف علاقوں میں بچھے ہیں لیکن اس source کو active نہیں کیا جارہا ہے اس لئے وہ پروجیکٹ ہے اب دکھ اور رونے کی بات ہے کہ اربوں روپے زمین کے اندر چلے گئے نہ تو کسی پر ذمہ داری ڈالی گئی کہ کون ہے اس کا ذمہ دار یہ اتنی بڑی کرپشن کس نے کی اتنا ظلم بلوچستان کے ساتھ کس نے کیا اس کوئٹہ کے لوگوں کے ساتھ اتنا ظلم یہ particularly کوئٹہ کے جو نو ایم پی ایز ہیں ان کے ساتھ یہ ظلم ہوا کہ ان کو پینے کے پانی کے حق سے محروم کیا گیا اب ہماری یہ پوزیشن ہے جناب اسپیکر! کہ ہم دو ہزار روپے ایک ٹینکر مافیا کو دیتے ہیں اور وہ میں سمجھتا ہوں کہ بہت بڑے آدمی کی طرح بات کرتا ہے آمرے لوگوں کے ساتھ جاؤ آج میرے پاس ٹائم نہیں ہے تم کو چار دن کے بعد تمہارے پاس ٹریکٹر آئے گا تین دن کے بعد اب بچوں کے لئے کیا کریں آٹا بنانے کے لئے کیا کریں کپڑے دھونے کے لئے منت کرتے ہیں کہ جی خدا کے لئے آپ کل لے آئیں پرسوں لے آئیں تو ہمارے کوئٹہ کے دارلخلافہ کی یہ صورتحال ہے تو باقی صوبے کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں اس میں تجویز یہ دوں گا کہ جب تک مانگی ڈیم سے پانی آتا ہے جب تک اُس کے لیے اُسکا پورا نظام بنتا ہے ، جو پہلے یہاں دشت کی طرف جو بور لگائے ہیں یا سراغڑ گئی دراماندے میں جو بور لگائے ہیں وہاں ضرورت کے مطابق اور بور لگائے جائیں پائپ already ہیں بڑے پائپ اُن میں وہ پانی لایا جائے اور مختلف علاقوں میں overhead tank پورے کوئٹہ میں بنائے جائیں اور یہ پانی overhead tank کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا جائے تاکہ ڈونکی مشین سے لوگوں کی جان چھوٹے اور یہ جو پریشانیاں ہیں پانی کی وہ بھی ختم ہو جائے تو یہ پانی کا بہت بڑا مسئلہ ہے اور اِس طرح پورے بلوچستان میں ابھی بھی آپ دیکھتے ہیں کہ لوگ گدھوں

پر پانی لاد کر گھروں میں لے آتے ہیں یہ میرے خیال میں شاز و نادر اِس دُنیا میں یہ اب ہوگا، African Countries میں بھی یہ صورتحال اب نہیں ہیں وہاں بھی پانی لوگوں کو مل جاتا ہے لیکن واحد ہم بلوچستان کے طول وعرض میں پانی کی shortage دیکھتے ہیں۔تو کوئٹہ کے بارے میں تو میں نے suggestion دے دی کہ اُس میں یہی طریقہ کار رکھا جائے تا کہ overhead tank بن جائیں آپ کچلاک سے لے کر میان غنڈی تک یا اِسی طرح پشتون آباد سے لے کر سمنگلی اغبرگ تک یہ سارے areas جو ہیں شہر کا اندرونی area ہے suburbs ہیں مضافات ہیں یا overhead tank اُس کے لیے بجٹ میں رقم رکھی جائے اور source locate کرنے کے لیے جو جگہیں ہیں وہاں بور لگائے جائیں جب تک پانی کا دوسرا طریقہ نہیں ہوتا ہے۔اب آتا ہے آٹے کا مسئلہ پانی کے بعد زندہ رہنے کے لیے چاول اور آٹے کی ضرورت ہے۔ہمارے بلوچستان کا ستر فیصد سے زائد انحصار agriculture پر ہے،اب اِس کو اِس حکومت نے کو ٹھیک کرنا ہے اور الحمد للہ ہمارے agriculture کے جو منسٹر صاحب ہیں I am proud of him، کہ وہ چیزوں کو جانتے بھی ہیں اور اس کے جو معاملات ہیں اُن کے زیر نظر ہیں یقیناً اُس کے لیے ایک اچھی منصوبہ بندی کریں گے لیکن ہم بھی اپنی سوچ کے مطابق اپنی contribution اُن کو دیں گے،ایک تو یہ ہے کہ بلوچستان میں کاریز خشک ہو گئے ہیں پورے بلوچستان میں جو از خود پانی جن علاقوں کو سیراب کرتا تھا وہ اب خواب رہ گیا،اندرن زمین جو پانی ہے وہ بہت نیچے چلا گیا ہے،اور پھر یہ جو بجلی کے ٹیوب ویلز ہیں اُس میں جو زمینداروں کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہوتی ہے اُس پر یہی کہا جاتا ہے کہ الامان الحفیظ۔گو کہ واپڈا کی اپنی explanation ہے لیکن جب ایک ریٹ فکس ہوتا ہے subsidy کے مطابق پھر ایک آدمی ایک ہزار درخت لگاتا ہے اُس کو دو گھنٹے پانی واپڈا دیتی ہے پھر دو گھنٹے کے بعد وہ پانی روک دیتی ہے کہ جی تمھارے بل بقایا ہیں یا تمھاری پرونشل گورنمنٹ نے ہمارے بقایا جات ادا نہیں کیئے ہیں لہٰذا آپ کا connection جو ہے وہ ختم کیا جاتا ہے،کوئی بھی فصل ہے گرم علاقوں میں چار پانچ دن کے بعد اگر اُس کو پانی نہیں دیا جائے اُس سال کی فصل تو گئی، چودہ پندرہ سال کی محنت کے بعد جو درخت لگایا ہے اُس کی جڑیں بھی ہل جاتی ہیں وہ بھی سوکھ جاتا ہے۔اب ہم سب بلوچستان کے ذمہ دار بھی ہیں زمیندار بھی ہیں ہم نے اپنی ذمہ داری کو مکمل طور پر چھوڑ دیا ہے یا تو یہ کیا جائے کہ واپڈا سے مکمل بائیکاٹ کیا جائے بلوچستان کی حکومت یہ بیٹھ کر سوچے کہ ایک ہی راستہ کہ واپڈا کو چھوڑ دیا جائے سولر پر جس حد تک گزارا ہوتا ہے ایک رکھ کر سولر ایک لاکھ کے آس پاس دو تین بلب چلاتا ہے تو کل ہے اور جو بور ہیں وہ سولر پر کیئے جائیں،تا کہ کم از کم زمینداروں کی فصلیں جو ہیں وہ تباہ نہ

ہوں ۔ایک زمانہ تھا جناب اسپیکر! کاشتکاری پر کوئی خرچہ نہیں آتا تھا آج کاشتکاری پر بہت زیادہ خرچہ آتا ہے آدھے سے زیادہ تو آپ کی آمدن جو ہے وہ خرچ کی نظر ہو جاتی ہے تو اِس لیے واپڈا کی وجہ سے تو بلوچستان کے جو زمیندار ہیں اُن کی فصلیں ہمیشہ تباہ ہوتی ہیں باغات جو ایک ڈیڑھ کروڑ روپے کے بکتے تھے وہ پت جھڑ کا شکار ہو جاتے ہیں اُس کے کچے دانے گر جاتے ہیں اِسی طرح دوسری فصلات ۔تو اِس پر پروونشل گورنمنٹ نے بیٹھ کر ایک فیصلہ کرنا ہے بلوچستان کی حد تک تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس واپڈا سے آپ مکمل طور پر بائیکاٹ کریں اور اِس کا متبادل سسٹم ڈھونڈ لیں تو یہ آپ کے لیے ترقی کا ایک سبب بنے گا، کیونکہ وہ جو white elephant تھا اُس زمانے میں 70s میں وہی white elephant ہے اِس میں کوئی دوسرا فرق نہیں آیا۔ایک دوسری جو مَیں گزارش کروں گا اور خاص کر اپنے محترم منسٹر صاحب کی خدمت میں آج کل دُنیا میں مختلف قسم کے نایاب بیج availible ہیں جو ہماری ترقی کا باعث بن سکتے ہیں جو ہمارے عوام کی خوشحالی کا باعث بن سکتے ہیں جو بلوچستان کے 70% لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر سکتے ہیں اور اُس کے لیے universities agriculture ہیں پورے پاکستان سے وہاں سے ہمارے بچے فارغ ہوتے ہیں پھر وہ پی ایچ ڈی کرنے کے لیے مختلف ممالک میں جاتے ہیں وہاں سے جو نئی چیز ہے وہ سیکھ کر آتے ہیں وہ سیکھ کر آنے کے بعد ہمیں یہ نظر نہیں آرہا کہ بلوچستان کے کس علاقے میں یہ researchers گئے ہیں ،کیمپ لگایا ہے، کاشتکار کو سکھایا ہے کہ یہ بیج لگاؤ اِس کی آمدن اتنی ہوگی یہ بیج لگاؤ، research والوں کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دفتروں میں بیٹھیں، اور دفتروں میں بیٹھ کر اُن کے آگے پیچھے نوکر چاکر ہوں اور وہ دروازہ اُن کے لیے کھولیں،نہیں، یہ جب گورنمنٹ کی exchequer پر پی ایچ ڈی کرنے باہر جاتے ہیں تو وہ deliver کریں اپنی قوم کو۔ وہ deliver کریں اپنے زمینداروں کو، جو نئی فصلیں ہیں وہ ان کو بتائیں تا کہ agriculture میں ہمارے لوگ ترقی کریں اب جو زمیندار اپنی عقل سے جس طرح سوچتا ہے اُسی طریقے سے کرتا ہے نقصان ہوتا ہے فائدہ ہوتا ہے وہ اپنی جگہ پر۔ تو گورنمنٹ اِس سلسلے کو focus کرے جب agriculture میں یہ اِصلاحات آئیں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! تھوڑا مختصر کر دیں۔

قائد حزب اختلاف : جی ۔ جی مختصر کر رہا ہوں ۔مَیں یہ جو عرض کر رہا ہوں یہ جب جو بھی اِس سے related حضرات ہیں وہ اپنے حساب سے اِس پر سوچیں کے اگر ہم اپنی agriculture کو ترقی نہیں دیں گے ہمارے ہاں کارخانے نہیں ہیں ۔ پنجاب اور سندھ تو ہم سے لاکھوں درجے بہتر اِس لئے ہیں کہ وہاں کوئی

بھوکا اِس لئے نہیں سوتا کہ قدم قدم پر کارخانے ہیں۔ پانی نزدیک ہے فصلیں آباد ہیں ہم ایک ہزار فٹ چلے جاتے ہیں نیچے لیکن اُس کے بعد بھی ہماری فصل وہ اُس حد تک نہیں پہنچتی جس سے آبیاری ہوسکے۔ تو اِس لئے یہ جو ہماری اِنحصار ہے agriculture پر ہم نے focus کرنا ہے اسکو ترقی دینی ہے۔ جو اُس میں loopholes ہیں اُنکو نکالنا ہے اور اُس کو ایک ترقی یافتہ صوبہ بنانے کیلئے agriculture ایک ذریعہ ہوگا اور جو بھی اِس سلسلے میں expert ہیں اُنکو field پر جاکے۔ یہ جو دوسری دُنیا میں بھی لوگ رہتے ہیں اِنکے expert گاؤں میں جاکے لوگوں کے ساتھ رہتے ہیں اور جاکے اور بلکہ کسی جگہ اُنکو کہہ دیتے ہیں کہ جی ایک ایکڑ زمین، دو ایکڑ زمین ہمیں دو، وہ خود جاکے اُس کو پانی بھی دیتے ہیں اُس کو دوائی بھی لگاتے ہیں اور پھر وہ زمیندار دیکھتے ہیں کہ اِس فصل کا اور اُس فصل کا فرق ہے تو اُس کو adopt کر لیتے ہیں اس طرح وہ بھی ترقی کرتا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں جو ہیں وہ دیکھنی ہیں۔ اِسی طرح مال مویشی کے بارے میں ہمارے ہاں animal husbandry اور اُس کے ساتھ جو کالجز ہیں یونیورسٹیز ہیں یہ چلتی ہیں لیکن پورے بلوچستان میں اِس حوالے سے livestock کے حوالے سے ہمارے جو departments ہیں وہ اُنکا وہ حق وہ فریضہ نہیں ادا کرتے ہیں جو مالداروں کے لئے ضرورت ہوتا ہے۔ نا اُنکے موبائل ایسی ٹیمیں ہیں کیونکہ ہمارے تو جتنے بھی لوگ ہیں وہ چلنے پھرنے والے خانہ بدوش ہوتے ہیں اِنکے ساتھ جب مرض لگتا ہے تو کسی کی اگر 200 بیڑیں ہیں یا بکریاں ہیں 300 بیڑیں، بکریاں ہیں ایک ہی جگہ میں ایک وادی میں وہ مر جاتے ہیں تو اِس طریقے سے ایک ایسا mechanism ہو جو nomad کے ساتھ جو جو حضرات ہیں اُنکے ساتھ چل پھر کر، وہاں اُنکے ساتھ خیمے لگائیں اور وہ جو اُنکی animals ہیں اُنکی دیکھ بھال کریں اُن میں ترقی دینے کیلئے بھی اُنکو تجاویز دیں breeding کے سلسلے میں بھی اُنکو تجاویز دیں۔ تو اِس field سے بھی بلوچستان کو بہت بڑا فائدہ ہوسکتا ہے۔ تو یہ ایسی چیزیں ہیں جو اِس بجٹ کے دوران اِن پر سوچنا اور اِن پر عمل کرنا جو ہے وہ اِنتہائی ضروری ہے۔ وہ ایک بات تو میں نے آپ سے شروع میں کر دی کہ جب تک ہم اِس ایک عمل کو روکنے کی کوشش نہیں کریں گے جس کو ہم corruption کہتے ہیں۔ ایک دفعہ تو توکل کریں۔ ایک دفعہ تو ٹھیک ہیں سب چلے جائیں گے ہماری گورنمنٹ ختم ہو جائیگی، لیکن 74 سال کے بعد ایک دفعہ تو ایک توکل کریں کہ ہم نے بھی یہ عہد کرنا ہے اور لوگوں کو بھی اِس پر یقین دلانا ہے کہ بلوچستان کا ایک روپیہ وہ ضائع نہیں ہوگا۔ جناب اسپیکر! میں نے آپ کا وقت لیا لیکن اِس درخواست کے ساتھ کہ کسی بھی جگہ پر کیونکہ تین دن کا بیانیہ ہے مجھے اگر کسی time میں نے گزارش کی تو مجھے time دیں گے بہت شکریہ جناب اسپیکر!

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ملک صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: point of order

جناب ڈپٹی اسپیکر: آج ملک صاحب صرف بجٹ پر بحث ہوگی۔ point of order پہلے سے میں نے اجلاس میں کہہ دیا۔ تو میر زابد علی ریکی صاحب۔

میر زابد علی ریکی: thank you جناب اسپیکر! پری بجٹ اجلاس کا یہ بہت اچھا ہوا اسمبلی کو بلانے کیلئے کم از کم پتہ چلے کہ آنے والے بجٹ میں کیا ہونے والا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! بجٹ بلوچستان تمام ڈسٹرکٹ کے جو اُس ڈسٹرکٹ میں لوگوں کے مسئلے مسائل ہیں اُس پر بحث اِس اسمبلی میں ہو جائے، تو کم از کم ہر MPA ہر نمائندہ اپنی آواز record کروائے اپنے ڈسٹرکٹ کے جو مسئلے مسائل ہیں وہ اسمبلی میں بتا دیں کہ میرے ڈسٹرکٹ میں یہ یہ مسئلے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! 2018ء سے لیکر آج تک میرے خیال سے یہ پہلا پری بجٹ ہے پہلے تو نہیں ہوا ہے ہمارے سابق سی ایم صاحب، جام کمال صاحب نے ہمارے جتنے حلقے نظر آنداز ہوئے ہیں چار بجٹ گزر گئے ہیں جناب اسپیکر صاحب! ہمارے ڈسٹرکوں کو نظر انداز کیا ہوا ہے اب اُمید یہی ہے توقعات بھی زیادہ ہے اِنشاء اللہ کہ یہ گورنمنٹ آنے والے بجٹ میں چاہے department کے through پر ہم اپنی اسکیمات جمع کریں چاہے ہم اپنی تجاویز P & D کو دے دیں کہ ہمارے ڈسٹرکٹ میں یہ یہ مسئلے ہیں کالج ہو چاہے اسکولز ہو، چاہے road ہو، water supply ہو، بجلی کے حوالے سے ہو جائے، خاص طور پر جناب اسپیکر صاحب! واشک ڈسٹرکٹ پورے بلوچستان میں پسماندہ ڈسٹرکٹ ہے سی ایم صاحب سے، ابھی سی ایم صاحب بھی یہاں نہیں ہے P & D کا جو منسٹر تھا وہ بھی چلا گیا OSD ہو گیا ظہور صاحب کو میں نے کہا کہ خُدا رہ محنت کیا ہے ابھی آپ ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں۔ اُس کے بعد میرے خیال سے ظہور صاحب کا دل بھی خراب ہوا اور اللہ تعالیٰ میری دُعا بھی آمین ہو گئی وہ OSD بن گیا۔ کہ یہ واشک جناب اسپیکر صاحب! ایسا ڈسٹرکٹ ہے اِس کے ساتھ جو کوئی بندہ ظلم کریں میرا خیال سے مظلوموں کا دُعا ہے اِنشاء اللہ عرش پر جاتا ہے یہ رد نہیں ہوتا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! ہمارے ڈسٹرکٹ تحصل ماشکیل سے لیکر پلنتات سے لیکر واشک پھر یہاں سے بیسمہ وہ پھر آخری last جو آواران border ہے شنگر یہاں مختلف کام کسی یونین کونسل میں نہیں ہوا ہے۔ اور چاہے روڈ ہو، چاہے ہاسپٹل ہو، چاہے water supply ہوا، اسمبلی فوروں میں مختلف آوازیں ہم نے اُٹھائیں ہیں مگر کسی نے نہیں سُنا ہے جناب اسپیکر صاحب! ابھی پری بجٹ میں ہمارے یہ note نہیں کریں department کے through

پر کہ ہمارے مسئلے مسائل جو ڈسٹرکوں میں ہیں چاہے وہ بلوچستان کے جس کونے میں ہیں جو MPA اپنے علاقے کا نمائندہ ہے عوام نے اُس vote دے کے بھیجا ہے کم از کم اُس کی تجاویز سُن لیں اور آنے والے بجٹ میں اُسکے کام ہو جائیں۔ پہلے یہ تھا جناب اسپیکر صاحب! کہ جو ایم پی اے بھی نہیں تھا۔ اُس کو اُٹھا کے ایک ایک ارب، دو دو ارب دیتے تھے، یعنی عوام نے اُسے reject کیا تھا یعنی وہ کام، یعنی عوام نے اُسے اپنا نمائندہ بھی نہیں کیا تھا مگر پچھلی حکومتوں میں اُسکو ایک ایک دو دو ارب دیئے تھے وہ سوائے corruption کے جناب اسپیکر صاحب! ایک کام بھی نہیں ہوا ہے۔ یہ آئین اور یہ قانون کے خلاف ہے آج تک میں نے نہیں سُنا ہے کہ جو بندہ جو MPA ہے اُسے نظر انداز کریں جو بندہ گرا ہے اور جناب اسپیکر صاحب! اُس کو اربوں، کھرب روپے دیئے ہوئے ہیں کہ آپ جا کے باپ پارٹی کے نام پر یا مختلف ورکروں کے نام پر اُسے فنڈ دیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: Order in the House آپ لوگ ایوان میں کھڑے ہیں۔

میر زابد علی ریکی: جناب اسپیکر صاحب! یہی وجہ ہے ہمارے بات نہیں سُنتے ہیں بات سُنے کی کیا MPA کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ کیا تجاویز دے رہے ہیں اِس پر عمل کیا جائے تو بہتر ہے بلوچستان کے ترقی اِسی میں ہے بلوچستان کی خوشحالی بھی اِسی میں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ سے بھی یہی پرزور appeal ہے ہماری گورنمنٹ سے بھی یہی پروزور اپیل کرتے ہیں کہ خدارا جس ضلع میں جو کوئی اپنا نمائندہ ہے اُسکے مطابق آپ کام کریں اُسکے تجویز لے کے آپ کام کریں اور اس طریقے سے اُس ضلع اور صوبہ اور علاقے کا ترقی ہو جائیگا اور جناب اسپیکر! خاص طور پر مَیں تمام اپنے colleagues اور اپنے منسٹرز صاحبان بیٹھے ہیں سردار صالح، واجہ اسد بلوچ۔ لالا رشید اور باقی منسٹرز نہیں ہیں خاص کر واشک کو دیکھیں کہ ضلع واشک کے کیا کیا ضرورت ہیں اور کس وجہ سے وہ پیچھے ہے کوئی جانے کو تیار بھی نہیں ہے ابھی دیکھتے ہیں انشاءاللہ آنے والے بجٹ میں ہمارے سی ایم قدوس صاحب یا فنانس منسٹر یہ کیا کرتے ہیں یہ بھی آنے والے ہیں دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے جناب اسپیکر صاحب! خدارا یہ بدعائیں یہ مظلوموں کا پیچھے نہیں کریں یہ سن لیں یہ اقتدار آنے جانے والی چیز ہے سوائے بادشاہت اللہ کی ذات کیلئے ہے باقی کوئی بندہ ایک جگہ میں نہیں رہ سکتا ہے اور میری یہ appeal ہے جناب اسپیکر صاحب! پرزور اپیل ہے۔ ہمارے سارے colleagues بیٹھے ہیں۔ اور اس پر توجہ دی جائے دو دن اجلاس چلے گا تین دن چلے گا۔ ہر کوئی نمائندہ اپنے علاقے کے مسئلے مسائل ہیں وہ باقاعدہ بحث کریں باقاعدہ تجویز ہم سے لے لیں ہم دیدیں گے۔ جائز تجویز اور دیکھیں check کریں اُسکی approval دیدیں

اُس کو پی ایس ڈی پی اگر نہیں پچھلی والی گورنمنٹ میں ہمیں نظر انداز کریں گے تو وہی انجام ہوگا جیسے سابقہ۔۔۔

عصر کے اذان کے لیے وقفہ کیا گیا

جناب اسپیکر صاحب! میں اپنی بات ختم کرنا چاہتا ہوں۔ باقی دوست بھی colleagues بیٹھے ہیں ہمارے اپوزیشن لیڈر تو ملک سکندر صاحب نے تو ایک گھنٹہ لگایا۔ تو اسی وجہ سے جناب اسپیکر صاحب! بات یہی ہے جو ہم نے کیا خدارا جو districts ہیں بلوچستان میں سب کو ایک طریقے سے دیکھا جائے ہر district میں جو پسماندہ ہے چاہیے جو بھی district ہو کم از کم پہلے اُس کو ترجیح دیا جائے چاہیے جس حوالے سے ہو۔ میرے خیال سے جناب اسپیکر صاحب! آپ کا بھی district اسی طرح ہے وہاں پر بھی میرے خیال سے کام نہیں ہوا ہے۔ یہی ہے دیکھے آپ بھی سر ہلا رہے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! مختلف districts ہیں یہ CM کا حق بنتا ہے دیکھے کون سا district زیادہ پسماندہ ہے اُس کو 7 ارب ،5 ارب ،10 ارب دیں۔ مختلف department کے طریقے سے مختلف water supply ہو، چاہیے روڈ ہو، چاہیے جس sector ہو ، چاہیے جو بھی علاقے میں ضرورت ہے اُسی district میں اُس کے مطابق فنڈ دیا جائے تو district آگے ترقی کرے گا۔ ورنہ تو وہی انجام ہے رورو کے پھر واپس گھروں میں جائینگے۔ thank you جناب اسپیکر صاحب آپ نے مجھے time دیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ ریکی صاحب آپ نے بالکل صحیح کہا۔ وزیر اعلیٰ کو focus کرنا چاہیے پسماندہ علاقوں پر۔ ملک نصیر شاہوانی صاحب۔ بجٹ پر بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: بجٹ پر بھی بات کریں گے اور آخر میں موقع ملا تو اُس موضوع پر بھی بات کریں گے۔ جناب اسپیکر صاحب! شکریہ سب سے پہلے تو یہ خوش آئندہ بات ہے کہ پچھلے دور میں ہم لوگ چیختے چلاتے تھے کہ pre budget پر بحث ہونی چاہیے اور اس کے بعد بلوچستان کے لیے ایک اچھی بجٹ بنی چاہیے۔ لیکن پچھلے گورنمنٹ نے میرے خیال میں جس غیر سنجیدگی کا مظاہر کیا اور اس کو ہوا میں اڑا دی۔ یہ موجودہ گورنمنٹ سے زیادہ میں اسپیکر صاحب! جان محمد جمالی صاحب کو میں داد دیتا ہوں۔ کہ اُنہوں نے اس چیز کو محسوس کیا اور اُس نے اپنے آئینی تقاضے پورے کیے اور آج کی اس آنے والے بلوچستان کے بجٹ پر pre budget سیشن ہونے جارہا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آج پری بجٹ پر جو سیشن ہونے جارہا ہے ہماری ایوان ہے جو اس میں اچھی خاصی تعداد ایوان کی ہونی چاہیے تھی خاصاً وزیر اعلیٰ صاحب!

کو جو ہے آج کے اس اجلاس میں ہونا چاہیے تھا ہمارے وزراء صاحبان آج کے اجلاس میں ہوتے ۔ کیونکہ یہاں پر بلوچستان کی قسمت کا فیصلہ ہونے جا رہا ہے۔ پچھلے گورنمنٹ نے جو کچھ کیا وہ آپ کے سامنے تھا۔ جب جام صاحب نے اس ایوان میں جناب اسپیکر صاحب! حلف اٹھایا تو بحیثیت پارلیمانی لیڈر بلوچستان نیشنل پارٹی ہم نے اسی floor پر مبارک باد بھی دی اور یہی امید بھی رکھی کہ بلوچستان کے مفادات کے حوالے سے وہ کوئی بھی قدم اٹھائے گا تو بلوچستان نیشنل پارٹی اُس کے ساتھ ہوگا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اُس نے جس طرح بلوچستان کو چلانا چاہا۔one man show تھا۔ اپوزیشن کے حلقوں میں مداخلت تھی اقربا پروری تھی منظور نظر لوگوں کو کروڑوں روپے کے فنڈ دیئے گئے ۔ وہ لوگ جو الیکشن میں بری طرح ہار گئے تھے اُن کو نوازا گیا ہم نے اُس وقت بھی اُس کی مخالفت کی اور میرے خیال میں بلوچستان میں جو تبدیلی آئی وہ اپوزیشن ہی کی جدوجہد اور قربانیوں کے مرہون منت تھی جس کو وہ طاقتور قوتوں نے بھی محسوس کیا ۔ کہ جام صاحب جس طرح بلوچستان کو چلانا چاہ رہا ہے یہ بلوچستان کے مفاد میں نہیں ہے ۔ جناب اسپیکر صاحب! اُس کے بعد اُس کی اپنی پارٹی سے بھی بہت سارے لوگ میدان میں آ گئے ۔ اور وہ بھی اُس طرح اُن سے بیزار تھے جس طرح اپوزیشن جو باتیں کرتے تھے اور اپوزیشن نے جو جدوجہد کی اسی ایوان سے اُس کی پارٹی کے اپنے ہی لوگوں نے ایک move اٹھایا۔ آج وہ اس ایوان میں نہیں ہے لیکن اُس نے کتنے اچھے دن گزارے کتنے برے دن گزارے بلوچستان کے مفادات کے لیے کیا کیا۔ وہ سب آج تاریخ کا حصہ بن چکا ہے جناب اسپیکر صاحب! لیکن اُس کے بعد جناب قدوس بزنجو کی شکل میں جو تبدیلی آئی اُس پر بھی ہم نے floor پر کہا تھا جناب اسپیکر صاحب! اُن کو مبارکباد دی تھی اور اسی توقع کے ساتھ کہ بلوچستان کے مفادات میں قدوس بزنجو صاحب جو قدم اٹھائینگے بلوچستان کے مفادات کے خاطر ہم اُن کے ساتھ دینگے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ پہلے اس ایوان میں جب امن و امان پر بحث ہوتا تھا۔ جناب اسپیکر صاحب یہ ایوان خالی نظر آتا تھا۔ آج پری بجٹ پر جو اجلاس ہو رہا ہے پھر بھی ایوان خالی ہے اور خصوصاً جو حکومتی بینچز جس وقت میں دیکھ رہا ہوں وہاں پر صرف دو تین بندوں کے علاوہ، دو، تین وہ وزراء صاحبان کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے جناب اسپیکر صاحب۔ جناب اسپیکر صاحب اس وقت پوزیشن اور حالات آپ کے سامنے ہیں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت پورے بلوچستان میں بلوچستان کا جو ترقیاتی بجٹ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پندرہ پرسنٹ بھی بلوچستان پر خرچ نہیں ہوا ہے۔ اور آج مارچ کا مہینہ ہے جناب اسپیکر صاحب اس سے پہلے بھی ہم جام صاحب کے دور میں بھی چیختے چلاتے تھے ۔ کہ جام صاحب کوشش کریں ہمت کریں یہ پیسے خرچ کریں بلوچستان پر آنے والا بجٹ آنے والا

ہے اور یہ پیسے lapse ہو جائیں گے۔اور آج پھر مجھے یہ خدشہ ہے کیا ہزاروں کی تعداد میں مختلف ملازمین، ملازمت ہیں اُن کو advertise کیا گیا ہے جناب اسپیکر صاحب لیکن آج تک میرے خیال میں چند ایک ڈیپارٹمنٹ جن میں بھی چوری چھپکے کچھ لوگوں کے orders ہوئے ہیں۔لیکن ابھی تک وہ تمام پوسٹ خالی ہیں اور اگر اسی طرح ہوتا رہا جناب اسپیکر صاحب تو بلوچستان کے وہ بے روزگار ملازم جو بار بار اشتہارات اخبارات دیکھ کر وہاں پرسو، ڈیڑھ سو، دوسو روپے جمع کر کے اپنی کاغذات جمع کرتے ہیں۔دو، دو، تین، تین دفع وہ انٹرویو دیتے ہیں۔لیکن سالوں گزرنے کے بعد بھی جب سال آخر ہو جاتا ہے۔پھر وہی پوسٹیں جو ہے ادھوری رہ جاتی ہیں اور آنے والے جب ہم بجٹ بناتے ہیں تو اس میں دوبارہ وہ بجٹ میں دوبارہ announce کیا جاتا ہے۔میڈم چیئر پرسن بلوچستان کے ساتھ یہ مذاق میرے خیال میں آج اور کل یا موجودہ دور کا نہیں ہے۔اس سے پہلے جو حکومت نے گزشتہ دور میں اپنے پانچ سال گزارے اُس وقت کے چیف سیکرٹری نے بھی کہا تھا کہ بلوچستان کے اندر 35000 پوسٹیں ہیں جو خالی رہ گئیں اور پانچ سال تک اُن میں سے کسی ایک پوسٹ پر کوئی بھرتی نہیں کیا گیا۔آج بھی مختلف اضلاع میں لیویز کی جو پوسٹیں ہیں اُن کے لئے گزشتہ سات آٹھ مہینے سے میڈم چیئر پرسن اُن پر انٹرویو ہو چکا ہے۔فزیکل ٹیسٹ ہو چکی ہے۔لیکن آج تک اُن اگر کوئی بھرتی عمل میں نہیں لایا جا رہا ہے۔آپ ہیلتھ کی مثال لے لیں، آپ ایجوکیشن کی مثال لے لیں، آپ ایگریکلچر کی مثال لے لیں، آپ اگر کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کی مثال لے لے۔میرے خیال میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے دس، دس 15، 15 جگہوں پر انٹرویو دی ہے۔لیکن آج تک کسی ایک جگہ پر پوسٹنگ نہیں ہونے جا رہا ہے۔اور مجھے خدشہ ہے جناب میڈم چیئر پرسن کہ یہ دو تین مہینہ بھی اسی طرح گزر جائے گا۔شاید اس سے بھی بڑا خدشہ مجھے یہ ہے کے اس سال بلوچستان کے بجٹ سے اُس سے پہلے بھی زیادہ پیسے lapse نہ ہو جائیں۔جب جام صاحب کے خلاف جو move شروع ہوئی اس طرح میرے لیڈر نے بھی کہا تھا کہ ہم جام صاحب کے اٹھانے تک ہم ساتھ تھے۔آج اس فلور پر بھی میں کہتا ہوں کہ بالکل جام صاحب کے جو اعمال تھے۔جام صاحب نے جو بلوچستان کے ساتھ کیا اُس کو اٹھانے کے لئے اپوزیشن پیش پیش تھے۔اور پھر اپوزیشن آج ہماری جو دوست اس وقت حکومت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ہم نے ان کے ساتھ بھی چند دن گزارے جام صاحب کے اٹھانے کے لئے۔ان کو تسلی دی ان کے ساتھ رہے ان کو ہمت دی۔کہ جو شخص اس وقت اس منصب پہ براجمان ہے۔وہ پورے بلوچستان کے مفادات کا قتل کر رہا ہے۔اُس سے نہ تکلیف صرف اپوزیشن کو ہے بلکہ اُس سے تکلیف سارے بلوچستانی عوام کو بھی ہے۔ایک دن ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔کہ وہ شخص جو کہتا تھا

کہ مجھے کوئی اٹھا نہیں سکتا۔لیکن وہ ہٹ گیا اسی ایوان کے اندر اُس نے کہا کہ میرے ساتھ دو بندے بھی ہوں گے میں آخری دم تک لڑوں گا۔لیکن بہت پہلے اُس کے بعد وہ چلے گئے۔آج میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ جو منصب پر ہمارے دوست براجمان ہے آج۔اگران کو کل کمزور منسٹری ملی تھی آج تھوڑا بہتر منسٹری ملی ہے۔ہم یہ بھی نہیں کہتے ہیں کہ وہ منصب ہمارے حوالے کیا جائے۔لیکن ہم وہ باتیں جو جام صاحب کے دور میں کرتے تھے۔وہ باتیں آج بھی ہم کرتے ہیں۔کے ہمارے علاقوں میں مداخلت نہ کیا جائے۔آج بھی ہمارے علاقوں میں مداخلت کی جارہی ہے۔جس وقت وزیراعلی صاحب کا انتخاب ہوا۔اسی ایوان میں اٹھ کر اُس کی پہلی تقریر یہ تھی کہ ہر ایم پی اے اپنے علاقے کا وزیر اعلی ہے۔لیکن میڈم اسپیکر آج اس طرح نہیں ہے۔آج وزیراعلیٰ،وزیراعلیٰ ہیں،منسٹرز ہیں۔اور خصوصا اپوزیشن ،اپوزیشن ہے۔اور جس طرح آج ہمارے علاقوں میں مداخلت کی جا رہی ہیں۔اپنے علاقوں کی میں بات کرتا ہوں اپوزیشن کی علاقوں کی میں بات کرتا ہوں۔اسی سابقہ دور کی ravish ہے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔میں کسی سے بھیک مانگنا نہیں چاہتا۔نہ کسی سے میری خدانہ خواستہ یہ appeal ہے۔بلکہ بلوچستان کے مفاد کے لیے آج بھی کہنا چاہتا ہوں۔اگر ہمارے علاقوں کے ساتھ اس طرح ہوتا ہے تو ہم ہر اُس حکومت کے خلاف جائیں گے اور بلوچستان کے مفادات کے خلاف جو بھی ہوگا ہم اُس کو ایوان میں ضرور آئیں گے۔آج پری بجٹ جو بلوچستان کا بننے جارہا ہے۔میڈم اسپیکر آج ایوان آپ کے سامنے ہے۔اتنی غیر سنجیدگی کا عالم یہاں پر تقریر کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے میڈم اسپیکر خصوصاً جب نماز کے لیے جارہے تھے اسپیکر صاحب۔شاید اُن کو پینل آف چیئر مین میں ایک بندہ تھا وہ بھی چلا گیا اُس کو چیئر مین نہیں مل پا رہا تھا۔تو اس سے بڑھ کر کیا کہا جائے اس غیر سنجیدگی کی عالم میں اب ہم کسی حکومت کیخلاف نہیں نہ کسی حکومت کی حمایت میں ہے۔بلکہ بلوچستان کے مفادات کے لیے جو بھی حکومت ہوگا۔اگر وہ بلوچستان کے مفادات کے لیے آگے بڑھے گا۔چاہے وہ قدوس کی حکومت ہو چاہے وہ کوئی اور ہو ہم اس سے دو قدم بڑھ کر ہونگے۔لیکن اگر بلوچستان کے مفادات جہاں پر اُس کا نقصان ہوگا۔ہم اپوزیشن ہے ہم بلوچستان کے مفادات کے خلاف ہر فورم پر بات کریں گے۔میڈم چیئر پرسن ایک بات میں اور بھی کرنا چاہتا ہوں۔آپ نے جو بجٹ تین دن کے لیے رکھا ہے۔مجھے تو خدشہ ہے کہ یہ پری بجٹ آج ہی ختم ہو جائے گا شاید آپ کی لسٹ میں دو تین مقرر ہے اُس کے بعد جب یہ ختم ہو جائیں گے آیا اس per budget session کو آپ چلائیں گے یا ادھر ہی windup کرینگے۔آج تو ہم سے بڑھ کر حکومتی اراکین کی تجاویز ہونی چاہیے تھی وزراء کو اس ایوان میں موجود ہونا چاہیے تھا لیکن بدقسمتی آج جس طرح یہ ایوان

جس میں یہ عالم ہے اور خالی نظر آ رہا ہے تو ایک غیر سنجیدہ عمل ہے۔ پانچ سال کے لیے ہمیں ہماری عوام اس لیے منتخب نہیں کرتے۔ کہ اگر مہینے میں اس اسمبلی کا ایک ہفتے کے لیے اجلاس چلے اور ہماری خصوصا میں اپنی وزراء کا کہتا ہوں کہ ہماری حاضری وہاں پر 1، 2 پرسنٹ بھی نہ ہو۔ سوالات کا جواب کبھی ہم دے دیتے ہیں سالوں سال 6 مہینہ ایک مہینہ، 8 مہینہ جو ہے سوالات کا جواب ہوتا نہیں اور جب کوئی جواب مل جاتا ہے تو وہ بھی اس قسم کا جواب ہوتا ہے کہ جس سے آپ تسلی بھی نہیں ہوتی۔ اور اکثر جواب غلط بھی دیئے جاتے ہیں خود میرے خیال میں درجنوں سوالات جو ہیں اس اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی کسی ایک اجلاس میں ایک یا دو سوالات کا جواب دیا جاتا ہے میڈم چیئر پرسن میں ایک بات اور بھی کرنا چاہتا ہوں کہ 1941ء اور 45ء جس پر میں نے کہا کہ میں point of order پر بھی بات کرونگا کیونکہ یہاں پر ہمارے کچھ زمینداران بھی بیٹھے ہوئے ہیں ان کو بھی بہت سارے مشکلات ہیں پورے بلوچستان میں کوئی سیٹلمنٹ نہیں ہوئی اور 80 سال کے بعد اب جو ایک سیٹلمنٹ خصوصاً کوئٹہ میں شروع ہو چکا ہے اور خاص کر جو سیٹلمنٹ کا عملہ ہے زمینداران ان سے مطمین نہیں ہیں مختلف اخبارات کا آج بھی اگر آپ جائزہ لیں آپ دیکھ سکتے ہیں زمینداران کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں مجبور کیا جاتا ہے کہ آپ اپنی زمینیں بیچ دیں اور یہ عملہ بڑی تیزی سے لگا ہوا ہے یہ کسی کے نام پر کر کے ان کو ٹھکانہ لگا دے اور موجودہ اس میں کسی غیر زمیندار کے نام پر کر دیا جائے۔ قبائل نے اس کے خلاف احتجاج بھی کیا اسمبلی کے آپ کے دروازے پر آئے۔ میری صدارت میں جو ہے ہم وزیر اعلیٰ قدوس صاحب بھی ملے جام کمال صاحب بھی ملے لیکن اس کے باوجود بھی آج بھی جو سیٹلمنٹ ہونا جا رہا ہے اس میں جو سٹاف ہے وہاں پر قابضین کے نام پر زمینیں کر رہے ہیں اور خاص کوئٹہ میں انہی زمینوں پے یہ اسمبلی گواہ ہے کہ انہی زمینوں پے کتنے کشت و خون ہوئے اور کتنے لوگ یہاں پر شہید ہوئے۔ لیکن آج میرا اس ایوان میں مطالبہ ہے کہ یا تو اس سیٹلمنٹ کو روک دیا جائے یو تو پھر مقامی زمینداروں کے ساتھ بیٹھ کر جو ہے کوئی اچھی اور تسلی بخش سیٹلمنٹ کیا جائے جس سے مقامی زمیندار جو ہے کوئٹہ اور بلوچستان کے مقامی زمیندار مطمئن ہو میڈم مین ایک بات اور بھی کرنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کے ساتھ جو تین سالوں تک جام صاحب کے دور میں جو کچھ ہوتا رہا ہے ہم چاہتے تھے کہ اس کے جانے کے بعد کیونکہ اپوزیشن کے حلقے بھی اسی بلوچستان کے حلقے ہیں۔ اور ان کے نمائندے بھی ان کا تعلق بھی اسی بلوچستان سے ہے اور جو بجٹ ہم بناتے ہیں وہ پورے بلوچستان کے لئے ہے اگر وہ صرف حکومتی آراکین کے لئے ہے تو پھر ٹھیک ہے ہماری طرف سے ان بخش ہے اگر یہ پورے بلوچستان کے لئے ہے تو پھر ہر حلقے کے ساتھ انصاف کیا جائے میرا مطالبہ ہے کہ ہمارے ساتھ تین سال تک

جو ہوتا رہا ہے اس ازالے کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ آنے والے بجٹ میں اپوزیشن کو ان کے حلقوں کو یہ نہیں ہے یہ پیسے ہمارے جیب میں جاتے ہیں ان کے حلقوں کو جو تین سال تک ان کے ساتھ جو ہوتا رہا دوسرے حلقوں کے برابر لانے کے لئے ان کے لئے زیادہ فنڈ مختص کیا جائے ان کے علاقوں کے ساتھ جو احساس محرومی ہے اس کو دور کرنے کے لئے اس بجٹ کے اندر خصوصی پیکیج اپوزیشن کے حلقوں کو دیا جائے اور آج میں پتہ نہیں کس سے موجودہ بجٹ کے بارے میں، میں چاہتا ہوں کہ میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو ہمارے وزراء صاحبان ہیں ان میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ موجودہ بجٹ کا کتنا پرسنٹ ہم نے بلوچستان میں اس وقت تک خرچ کیا ہے میرے علم کے مطابق یہ دس سے پندرہ پرسنٹ نہیں ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ ایسا نا ہو خدا کرے ہم چاہتے ہیں کہ جتنا جلد ہو یہ بلوچستان کا پیسہ ہے بلوچستان کے عوام پر خرچ ہونی چاہیے اگر ہمارے بجٹ صرف اس لئے بنتے ہیں کہ ہم کسی کتاب میں چھاپ کر لوگوں کو دیکھاتے ہیں کہ بلوچستان کی ترقی کے لئے ہم نے اتنے پیسے رکھے ہیں اور جس وقت سال کا اختتام ہو جاتا ہے امن و امان والے پیسے جو 80 ارب 70 ارب ہیں وہ سب خرچ ہو جاتے ہیں ملازمین کے تنخواہوں کے لئے جو اربوں روپے رکھے جاتے ہیں وہ زیرو ہو جاتے ہیں جو ترقی کے لئے رکھا جاتا ہے جو ہمارے بچوں کے اسکولوں کے لئے رکھا جاتا ہے جو ہمارے ہسپتالوں کے لئے رکھا جاتا ہے جو ہمارے روڈوں کے لئے رکھا جاتا ہے جو پانی کے لئے رکھا جاتا ہے جو بجلی کے لئے رکھا جاتا ہے جو انفرا اسٹرکچر کے لئے رکھا جاتا ہے ان میں سے پانچ پرسنٹ بھی خرچ نہیں ہوتا ہے اور وہ پیسے ایسے ہی لیپس ہو جاتے ہیں کیوں کسی دوسرے صوبے میں وہ ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ ہم نے یہ بجٹ خرچ کیا ہمیں مزید پیسے دیے جائیں یا تو ہماری بیوروکریسی جو ہے وہ آپ اس بات سے کس طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ گذشتہ تقریباً ایک سال سے بلوچستان میں اس لئے اسلحہ لائسنس نہیں بنایا جا رہا ہے کہ یہاں پر غلط طریقے سے لائسنس بنتے ہیں۔ یہاں تو غلط طریقے سے لوکل سٹیفکیٹ بھی بنتے ہیں ڈومیسائل بھی بنتے ہیں جس سے بلوچستان سے باہر کے لوگ ہزاروں لوگ آج کام کر رہے ہیں اس کو کیوں بند نہیں کرتے ہیں۔ اور سینٹ کی کمیٹی نے بھی یہ رپورٹ دی ہے کہ ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو بلوچستان کے 6% پرسنٹ کوٹے پر آج فیڈرل گورنمنٹ اور دوسرے محکموں میں کام کر رہے ہیں ان کی چھان بین کے لئے جو وقت دیا گیا تھا کہ چار، پانچ، چھ مہنے میں اس کو دیکھ لیا جائے اس کی چھان بین کیا جائے کہ کتنے ایسے ڈومیسائل ہیں جو غلط طریقے سے بنی ہیں صرف ایک مستونگ کے میرے خیال میں ان کو ایک ہفتہ چیک کیا گیا ہے چھ سو سات سو ایسے ڈومیسائل ہیں جو غلط طریقے سے بنائے گئے تو میرے کہنے کا مقصد ہے کہ خدارا بلوچستان کے ساتھ ابھی یہ ڈرامہ بند ہونا چاہیے بلوچستان میں جس کی

بھی حکومت بنتی ہے وہ بلوچستانیوں کی حکومت ہے اگر یہاں پر ہمارے بجٹ اس طرح لیپس ہوتے رہے اور ہر بجٹ پسند اور ناپسند پر بنتے رہے تو بلوچستان کبھی ترقی نہیں کریگا ایسے حلقے بھی ہیں جہاں پر اسی کوئٹہ سے میں تعلق رکھتا ہوں لیکن میرا حلقہ سب سے پسماندہ ہے جس میں ڈیگاری بھی شامل ہے جس میں ہنہ اوڑک بھی شامل ہے جس میں سریاب بھی شامل ہے جس میں زڑخو بھی شامل ہے وہاں کے لئے گزشتہ حکومت 13 کروڑ روپے رکھتا تھا اسی اسمبلی کے اندر ایک وزیر خود اٹھ کر کہا کہ میرے حلقے میں اسکول نہیں چاہیے میرے حلقے کے لئے ہسپتال بھی نہیں چاہیے میرے حلقے میں پانی کا مسئلہ بھی حل ہے مجھے صرف جمنازیم، گراونڈ دیا جائے لیکن اس کو اربوں روپوں سے نوازہ گیا میں کہتا ہوں میرے حلقے میں پانی بھی نہیں ہے۔ میرے حلقے کے پچیس، تیس فیصد لوگوں کو بجلی بھی نہیں ہے۔ میرے حلقے میں گیس بھی نہیں ہے۔ میرے حلقے میں روڈ بھی نہیں ہے جب برف باری ہوئی زڑخو کے لئے ایک مہینے تک پیدل لوگ نہیں نکل سکتے تھے حکومت نے گریڈر کے ذریعے بھی وہ صاف نہیں کیا لیکن آج آپ جاکے اس روڈ پر سفر کرے ہم تو کوئٹہ پیکیج کے نام پر کوئٹہ میں اربوں روپے خرچ کر کے صرف انہی روڈوں پر overlapping کرتے ہیں جناح روڈ بار بار جناح روڈ بناتے ہیں لیاقت روڈ بار بار بنتی ہے اسی کوئٹہ پیکیج کو جو ہے پہلا جو ہے کچلاک میں خرچ کرے آپ اس کو سریاب کے اندر خرچ کرے آپ زڑخو میں خرچ کرے آپ پنجپائی میں خرچ کریں ابھی کوئٹہ میٹروپولیٹن ہے میڈم چیئرپرسن اس کے لئے تقریباً ارب روپے فنڈ رکھے جاتے ہیں مشنریاں ہیں لیکن جو کوئٹہ ڈسٹرکٹ کونسل ہے اس کی آبادی ساڑھے بارہ لاکھ سے زیادہ ہے لیکن اس میں ایک گریڈر بھی نہیں اگر کسی روڈ پر چلایا جائے اس کے اندر ایک مشنری بھی نہیں ہے آبادی کا آدھا حصہ تو ہم لوگ ضلع کونسل میں رہتے ہیں اور آدھا حصہ جو ہے سٹی میں رہتے ہیں سٹی والوں کے لئے آپ اربوں روپے رکھتے ہیں اور جو ضلع کونسل والے ہیں اس کے لئے دس کروڑ پندرہ کروڑ بیس کروڑ کیا ان لوگوں میں فرق ہے جو شہر میں رہتے ہیں وہ حلال ہوگئے اور جو دیہاتوں میں رہتے ہیں سریاب کی طرف رہتے ہیں جو زڑخو میں رہتے ہیں جو کچلاک میں رہتے ہیں ان میں اور ان میں فرق ہے آپ کو یونیورسٹی سے اس طرف ایک نئی زندگی نظر آئیگی آپ کو بلیلی چیک پوسٹ سے اس طرف ایک دوسری زندگی نظر آئیگی اور اس چھوٹے سے ایریے میں ایک اور زندگی آپ کو نظر آئیگی ان علاقوں کے لئے ہم کوئٹہ پیکیج سے بھی خرچ نہیں کرنا چاہتے ہیں تو میرا یہ مطالبہ ہے کہ اس کوئٹہ پیکیج کو بھی چھان بین کیا جائے اور اگر بلاضرورت اس کوئٹہ پر خرچ ہو رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کو روک دیا جائے اور کوئٹہ کے مضافات میں جہاں پر ضرورت ہے اس پر خرچ کیا جائے انہی الفاظ کے ساتھ کہ جلد سے جلد موجودہ بجٹ کو اس میں جتنے بھی وہ بیوروکریٹ ان کو پتہ نہیں کب تک طول دینگے ان

میں کمی بیشیاں ہیں وزیراعلیٰ صاحب اور ان کا کابینہ بیٹھ کر جتنی جلد ممکن ہو سکے اس کو بلوچستان کے جو مختلف علاقوں کے لئے رکھے گئے ہیں ان کو خرچ کیا جائے اور آنے والے بجٹ میں جو ہے اپوزیشن کے ساتھ جو تین سالوں میں ہوتا رہا ہے ان کی تسلی اور تشفی کے لئے ان کو خصوصی پیکیج دیا جائے، بہت مہربانی شکریہ۔

(اس مرحلہ میں محترمہ شاہینہ کاکڑ، چیئرپرسن نے اجلاس کی صدارت کی)

میڈم چیئرپرسن: جی شکریہ ملک صاحب۔ نصراللہ خان زیرے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: شکریہ میڈم چیئرپرسن۔ یقیناً آج اسمبلی کے قواعد انضباط کار 1974ء کے تحت جو ہمارا article ہیں۔ اُس کے تحت قاعدہ نمبر 115 (الف) کے تحت آج pre budget session منعقد ہو رہا ہے اور معزز ممبران اسمبلی آنے والے بجٹ جو جون میں پیش ہوگا۔ اُس کے مختلف تجاویز دیں گے میڈم چیئرپرسن! یقیناً ہر حکومت کے لیے سب سے اہم دستاویزات جو بحیثیت حکومت وہ سرانجام دیتی ہیں وہ ایک حکومت کا سالانہ میزانیہ یا بجٹ کہلاتا ہے۔ جس میں ٹیکس آمدن اور اخراجات وہ عوام کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور پھر مختلف شعبہ جات اُس کے لیے بجٹ میں مختلف فنڈ مختص کیے جاتے ہیں اور اسمبلی سے پھر منظوری لی جاتی ہیں میڈم چیئرپرسن! ہمارے آئین کے جو تمہید ہیں اُس میں بھی یہی ہیں کہ اقتدار اعلیٰ وہ اللہ پاک کے پاس ہوتا ہے اور پھر جمہور کے زریعے عوام کے زریعے اُن کے منتخب نمائندوں کو یہ فرائض تفویض کیے جاتے ہیں کہ وہ اپنے عوام پر ایک ایماندارانہ حکمرانی کریں۔ یقیناً آئین پاکستان کی رُوح سے پارلیمنٹ ہی وہ مقصد ادارہ ہوتا ہے جو سب سے سپریم ہوتا ہے اس لیے سپریم ہوتا ہے کہ انھیں عوام منتخب کرتے ہیں اور عوام اپنی رائے سے اپنے نمائندگان کا انتخاب کرتا ہے اور پھر انہی نمائندگان کے زریعے عوام پر یہ حکومت کرتے ہیں اور پھر اُن کے فلاح وہ بہبود کے منصوبے بنائے جاتے ہیں لیکن بدقسمتی سے آئین کی رُو کی مطابق یہ سب کچھ گزشتہ 75 سال سے نہیں ہو رہا ہے اور جو جمہور کی حکمرانی ہوتی ہیں اُس کو پاؤں تلے، بوٹوں تلے روندھا گیا ہیں اور آج بھی میڈم چیئرپرسن! آپ کو پتہ ہے کہ آج بھی ملک میں حقیقی وفاقی پارلیمانی، آئینی، سیاسی نظام موجود نہیں ہے ایک ایسی حکومت یہاں قائم ہے ایک ایسی حکومت اِس ملک میں قائم کی گئی 2018ء میں ایک ایسے شخص کو تیار کیا گیا 2011ء سے اُن پر کام ہوتا رہا اُن کی پارٹی پر۔ اور پھر جا کر کے وفاق میں اُن کو اقتدار دلوایا گیا۔ اور آج آپ کو معلوم ہے کہ آج اِس تحریک انصاف selected حکومت کی وجہ سے ملک تباہی اور بربادی کے دھانے پہنچ چکا ہے آج ملک معاشی طور پر IMF international monitoring fund اور world Bank کے مکمل طور پر یہ ملک گروی ہو چکا ہے کوئی فیصلہ as a Chief

ملک کے وزیراعظم کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ اسٹیٹ بینک کا گورنر جو آرڈر کریں وہ آرڈر Executive کریں وہ ولڈ بینک آرڈر سے آئے گا وہ IMF سے آئیگا تو جو آئین میں وعدہ کیا گیا تھا کہ ملک کا وزیراعظم ہوگا وہ Chief executive ہوگا اُس کے پاس اختیارات ہوں گے کابینہ ہوگی پارلیمنٹ ہوگی اور یہ آئین نے تو ہمیں جوڑا ہے۔ اگر اِس آئین کو نکالا جائے میڈم چیئر پرسن 13 اگست 1947 کو بھی کوئٹہ شہر کے عوام اِس ملک کے اِس خطے کے باسی تھے۔ 13 اگست 1947ء کو اِس ملک کا وجود نہیں آیا تھا تب بھی ہم لوگ اور ہمارے اکابرین یہاں موجود تھے ہمارے لوگ ہمارے عوام یہاں موجود تھے۔ اور جب 14 اگست 1947 کو یہ ملک وجود میں آیا اور اس metropolitan corporation میں برٹش بلوچستان کی جو جرگہ تھا جو Chief commissioner province تھا جو absolute majority پشتون تھے پشتون ، سرداروں اور نوابوں نے یہاں اس metropolitan corporation کے ہال میں فیصلہ کیا کہ ہم نے اِس ملک میں شامل ہونا ہے۔ قلات ریاست تو 1948 میں مارچ میں تب وہ پاکستان کا حصہ بنوایا گیا۔ یا جو بھی کیا۔ 1948 میں وہ مارچ میں ہوا تھا یہ 14 اگست۔ 1947 کو ہوا تھا تب اِس لیے شامل ہوئے تھے کہ ملک فیڈریشن رہیگا یہاں پر عوام کی حکمرانی ہوگی یہاں عوام کی محکوم، اقوام کی اُس کی پاسداری ہوگی اُن کی حقوق کی پاسداری ہوگی لیکن آج میڈم چیئر پرسن!، 75 سال گزر گئے آج بھی ہم اپنے بنیادی، انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ وفاقی بجٹ کا تو آپ حساب چھوڑ دیں کہ وفاق سے ہمیں کتنا حصہ مل رہا ہے میڈم چیئر پرسن! NFC award جو award 7th NFC ہوا تھا جو بھی جس کا formula اب بھی ہمیں قابل قبول نہیں ہیں ۔ اِس لیے میڈم چیئر پرسن! کہ اُس میں جو تناسب رکھا گیا ہے اُس میں 82% آبادی کو دیا گیا ہے۔ محض 18% غربت پسماندگی اور رقبے کو دیا گیا ہے اب آپ خود سوچ لیں کہ جب 82% آپ صرف آبادی کو دیں گے۔ تو اِس کا مطلب کیا ہوا میڈم چیئر پرسن! کہ 50.74% بجٹ رقم وہ پنجاب کے پاس جائیں گے اُس کے بعد 24.55% حصہ وہ سندھ کے پاس جائیگا اور 14.6% خیبر پختونخواہ اور ہمارے بلوچستان کو صرف 9.09% حصہ ہمیں مل رہا ہے۔ اتنا بڑا صوبہ ملک کا 43% حصہ اگر سمندری حدود کو شامل کیا جائے تو یہ ملک کا 50% حصہ بن جائیگا 50% حصہ رقبے کے لحاظ سے اُس کے لیے وفاق نے محض 9.09percent رکھا ہے کیا اتنے بڑے وسیع علاقے کو اِس معمولی سے بجٹ میں اِس سے اِس کی ترقی ممکن ہیں۔ ہرگز ممکن نہیں ہیں اور ہمارے وسائل میڈم چیئر پرسن! جس طرح لوٹا جارہا ہے۔ جسطرح یہاں کے وسائل۔ یہاں کے معدنیات۔ ابھی آپ ریکوڈک کو تو چھوڑیں۔ کہ کیسا معائدہ ہوا۔ کیا ہوا سینڈک میں کیا ہوا میں کوئلہ کا حساب دونگا۔ کوئلہ

یہاں سے لے کر کے وہ ڈگاری مچھ سے لے کر کے سنجاوی سے لے کر کے سورنج خوست شارگ ہرنائی دکی لونی چھاؤ لنگ تک یہ ذخائر اربوں کھربوں روپے کے ہیں اور اس کے الاٹمنٹ کے کیا ہے کہ باہر سے کوئی بندہ آیا اس نے یہاں مائنیز منرل Department کو application دی اور پھر پانچ لفظ لکھ دیا کہ allotted آپ کے دس کلومیٹر کا علاقہ ایک بندے کو allot ہوا۔ یہ ہمارے لوٹ و مار کا وہ سلسلہ ہے گیس 1950 میں یہان پیدا ہوا سوئی میں اور تمام ملک اس گیس سے آباد ہوا کارخانے بنیں کارخانے چلیں پشاور تک ، پنڈی اسلام آباد لاہور پنجاب کے تمام کارخانے چلیں اور آج بھی سوئی اور ڈیرہ بگٹی کے لوگ اس اپنے گیس سے محروم ہیں۔ میڈم چئیر پرسن! یہ بجٹ بجٹ کی جب آپ بات کرتے ہیں تو وفاقی بجٹ پر ہمارا یہ issue ہے۔ اور میڈم چیئر پرسن! جب آپ صوبائی بجٹ پر آتے ہیں۔ تو صوبائی بجٹ پر آپ خود سوچ لیں کہ ماضی میں جو بجٹ پیش ہوا ہے اس میں کتنا بجٹ ہمارا development کا تھا۔ اور کتنا بجٹ ہمارا non development کا ہے آپکا non development بجٹ یہ کوئی تین سوارب روپے cross کر جا تا ہے اور آپ کے پاس development کے لئے محض چند یہاں تو بتایا جا تا ہے کہ ہم نے ایک سو روپے سوارب روپے ڈیڑھ سوارب روپے رکھے ہیں لیکن originally یہ رقم بہت کم ہو جا تا ہے تو پھر آپ کے پاس جو پروڈکٹیو sector ہوتے ہیں۔ جو عوام کو کچھ دے سکیں۔ جس طرح لائیواسٹاک جس طرح فشریز جس طرح جنگلات جسطرح زراعت جس طرح forest ان کے لئے آپ اٹھا کر دیکھ لیں۔ اس میں کسی کے لئے ایک پرسنٹ بجٹ کسی کے لئے دو پرسنٹ بجٹ کسی کے لئے 0.8 فیصد بجٹ رکھا جا تا ہے۔ اور اس طرح کس طرح آپ کی زراعت ترقی کرے گا۔ زراعت آپکا مکمل تباہو گیا ہے۔ اور ہم نے بار بار وفاق سے کہا ہے کہ یہاں پر forest جنگلات لگائیں جائیں۔ یہاں بارشوں کی کمی کی وجہ سے گزشتہ سالوں کی قحط نے گزشتہ سالوں کی خشک سالی نے ہماری زراعت کو مکمل طور پر تباہ کیا ہے۔ جو ہمارے اور زرعی ڈسٹرکٹ تھیں۔ جن میں پشین ہے جن میں مستونگ ہے جس میں قلعہ سیف اللہ ہے جس میں قلعہ عبداللہ جس میں لورالائی جس میں زیارت پھر ان ڈسٹرکٹس میں لوگوں نے لاکھوں درخت کاٹیں پھل دینے والے درخت تھے وہ کاٹے گئے ۔ظاہر سی بات ہے کہ آپ کا پانی نیچے جا رہا ہے ہم کوئٹہ شہر میں بارہ سو فٹ پر پانی نکال رہے ہیں اور اس وقت کوئٹہ شہر میں کوئی ساڑھے پانچ ہزار ٹیوب ویل یہاں موجود ہیں چاہیے وہ سرکاری ٹیوب ویل ہیں۔ واسا کے ہوں پی ایچ ای کے ہوں یا ایریگیشن کے ہوں بی ڈی اے نے بھی لگایا کیوڈی اے نے بھی لگایا ہے پرائیویٹ بھی ہیں زمینداروں نے بھی لگائے ہیں یہ کوئی ساڑھے پانچ ہزار ٹیوب ویل صرف کوئٹہ ڈسٹرکٹ

میں ہیں اور اگر آپ ساڑھے پانچ ہزار ٹیوب ویل کو یکجا کریں یہ پورا نہر ہم ایک دم اپنے زمین سے نکال رہے ہیں اور اس کے recharge کے لئے کچھ نہیں کیا جا رہا ہے۔ جب آپ ڈیم نہیں بنائیں گے جب آپ درخت نہیں لگائیں گے جو ہمارے جونیپر کے درخت ہیں۔ یہ کوئٹہ کے سامنے والے اس تکتو پہاڑ پر اس زرغون پہاڑ پر اس کوہ مردار پر اس چلتن پر یہ سارے درخت صنوبر جسے انگریزی میں juniper کہتے ہیں اور پشتو میں اوبوشتہ کہتے ہیں یہ پورا سا علاقہ جنگلات سے بھرا ہوا تھا۔ اور قدرت کا قانون ہے جب درخت ہونگے تو بادل پیدا ہونگے جب بادل ہونگے تو بارش برسے گی اب یہ ہمارے وہ علاقے جہاں پر بارشیں ہوتی تھیں ان علاقوں میں بھی اب بارشیں نہیں ہو رہی ہیں اور جو جڑی بوٹیاں پہاڑوں میں وہ بھی ہم نے نکال دیئے۔ پانی جب یہاں بارش ہوتی ہے تو آدھے گھنٹے بعد پورا شہر نہر بن جاتا ہے ان تمام پہاڑوں سے دس پندرہ منٹ میں کیونکہ روکنے کا کوئی چیز نہیں ہے trenchace بنائے گئے تھے وہ trenchace بھی ختم ہو گئے ڈیم نہیں ہیں آپ کے پاس جب بجٹ میں ڈیم کے لئے نہیں رکھیں گے جب آپ اریگیشن کے لئے نہیں رکھیں گے جب آپ productive sector کے لئے نہیں رکھیں گے جب آپ زراعت کے لئے پیسے نہیں رکھیں گے جب آپ زمینداروں کو subsidy نہیں دینگے جب آپ زمینداروں کو بیج نہیں دینگے جب آپ زمینداروں کو oblige نہیں کرینگے تو اس طرح کیسا ہوگا۔ میڈم چیئر پرسن جب ہمارا سب سے بڑا production جو ہے نہ Agriculture میں پھلوں میں وہ سیب ہیں جب سیب ہمارا پک جاتا ہے منڈی تک پہنچتا ہے وہاں ایران سے جو ہے نہ سیب import کیا جاتا ہے اور ہمارا زمیندار بے چارہ وہ لاہور اور پنجاب کے منڈیوں میں وہ اپنا کرایہ ٹرک کا کرایہ پورا نہیں کر سکتا ہے حالانکہ میڈم چیئر پرسن بارہ لاکھ ٹن صرف ہم سالانہ سیب پیدا کرتے ہیں۔ جو پورے ملک کی ضروریات کو پورا کرتا ہے کوئی ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ ہم سیب ایران سے منگوائیں یا کسی اور ملک سے منگوائیں لیکن پھر بھی ہمارے حکمران اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں چاہیے ایف بی آر ہو چاہیے کسٹم ہو وہ باقائدہ طور پر اس کو اجازت ملتی ہے اور یہ بھی آپ کو بتا تا چلوں جب بھی ہمارا ایران اور پاکستان کی ٹریڈ کا meeting ہوتی ہے تو ہم سے ساری باتیں منوا لیتے ہیں ہم اپنی ایک بات بھی نہیں منوا سکتے ہیں مجھے خود چیمبر آف کامرس والوں نے کہا کہ وہ اتنے ہمیں تھکا دیتے ہیں ان کے چار سو چیزیں اشیاء ہم ایران سے منگواتے ہیں چار سو ہم صرف چار چیزیں وہاں بھیجتے ہیں۔ چاول وہ بھی جب ان کا چاول پہنچ جاتا ہے ہمارا چاول روک دیتے ہیں۔ پہلے ہم کنو وغیرہ بیج دیتے تھے وہ بھی ابھی بند ہو گیا ہے یہاں سے کچھ نہیں جاتا وہاں ہمارا جب ہمارا سیب پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ لوگ وہاں سے جو ہے نہ ٹرالرز کے ٹرالرز سیب

آتے ہیں چند مافیا کی خاطر ہم اپنے تمام زمینداروں کا بیڑہ غرق کرتے ہیں۔میڈم چیئرپرسن اب آپ تعلیم کا شعبہ لے لیں اس وقت بھی کوئی اتنا disbalance ہے کہ اس وقت بھی کوئی بارہ لاکھ سے زائد ہمارے بچے اسکول سے باہر ہیں ۔بہت سارے سکول shelterless ہیں بہت سارے اساتذہ نہ ہونے کی وجہ سے entire province سکولوں میں سکول بند پڑھے ہوئے ہیں جناب میڈم اسپیکر یہاں سے آپ جائیں گے کچلاک آپ جائیں وہاں پر آپ کے اسکول بند پڑھے ہوے ہیں ٹیچر وہاں پر اسکول ملک صاحبان کے بیٹھکوں میں تبدیل ہو چکے ہیں توبہ اچکزئی آپ جائیں۔پورے توبہ اچکزئی تحصیل دو بندی میں آپ کو کھلا ہوا اسکول نظر نہیں آئے گا اور پھر ہم رکھتے کیا ہیں تنخواہوں کی مد میں ہم بہت کچھ دے رہے ہیں اپنے اساتذہ کرام کو لیکن باقی چیزوں کو تعلیم کے لئے ہم نے بجٹ میں کیا رکھا ہے ہم نے اپنے دور میں بجٹ کو تعلیم کا بجٹ 26 فیصد تک پہنچایا، اور پھر وہ کم کر کے 9 فیصد آ پہنچا۔صحت کا آپ شعبہ لے لیں کہ آپ خود اس کوئٹہ شہر میں یہ ہمارے سامنے سول ہسپتال ہے ہمارے سامنے بولان میڈیکل کالج کا ہسپتال ہے، بینظیر ہسپتال ہے شیخ زاہد ہسپتال ہے۔ایسے انقلابی اقدامات ہم اٹھا سکتے ہیں۔کیا آنے والے بجٹ میں ہم کتنا پیسہ ان شعبوں کیلئے رکھیں گے۔ جناب اسپیکر اربوں روپے جب یہاں پر سابق چیف منسٹر صاحب تھے اس نے اربوں روپے نان الیکٹیڈ لوگوں کو دیے کیا جواز بن رہا تھا۔کہ آپ ایک بندہ وہ نہ ایم پی اے ہے نہ کونسلر ہے ان کو آپ ان کی تجویز پر آپ لاکھوں روپے دے رہے ہو، کروڑوں کروڑوں روپے دیئے ہیں، میرے حلقے میں تو ایک بندے کو ایک ارب روپے سے زیادہ دیئے۔اچھا وہ پیسہ گیا کہاں، جب ہم بات کرتے تھے تو وہ بات نہیں سنتے تھے۔اپوزیشن کو دیوار سے لگایا گیا، اپوزیشن کو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ احتجاج کرے ہم یہاں پانچ دن بیٹھے رہے اسمبلی کے سامنے، پھر ہم پر چڑھائی کی گئی بکتر بند گاڑیاں چڑھائی گئیں ہم چودہ دن جیل میں رہے۔آخر جو اپنے آپ کو نعوذ باللہ خدا سمجھتے تھے آج وہ چیخ رہا ہے خود۔میڈم اسپیکر دیکھئے ہمیں جو حکومت ہماری یہاں بیٹھی ہے ان کو دوٹوک الفاظ میں این ایف سی ایوارڈ میں اپنا حصہ فوری طرح رقبے کو رکھ کر مانگنا چاہیے، آبادی کو نہیں، بہت ساری مثالیں ہمارے ساتھ موجود ہیں بہت سارے پارلیمانی جو ممالک ہیں ہمارے ہمسائے ہیں وہاں پر آبادی کو پہلی ترجیح نہیں رکھی گئی ہے، این ایف سی ایوارڈ میں، انہوں نے بہت سارے علاقوں میں رقبے کو رکھا ہے پہلی ترجیح، پسماندگی کو رکھا ہے، بہت سارے علاقوں میں غربت کو رکھا ہے، بہت سارے علاقوں میں رقبے کو رکھا ہے، بہت سارے علاقوں میں بہت ساری چیزیں انہوں نے رکھی ہیں۔میڈیم چیئرپرسن ہمارے ہاں کوئی صنعت موجود نہیں ہے۔کوئی صنعت آپ ثابت کریں کوئی کارخانہ ہے۔ہرنائی وولن مل تھا اس کو بند کیا گیا یہ آپ کا جو

ابھی آئی ٹی یونیورسٹی یہاں پر بلیلی ٹیکسٹائل مل ہوا کرتا تھا۔ یہاں دس ہزار لوگ اس ٹیکسٹائل مل میں کام کرتے تھے۔اس کو بند کیا گیا، مستونگ میں مل تھا اس کو بند کیا گیا، سریاب میں مل تھا اس کو بند کیا گیا۔اب آپ کے پاس صرف حب میں وہ ہے وہ بھی ہمارے صوبے کا ایک فیصد حصہ وہاں پر نہیں ہے۔اور میڈم چیئر پرسن حکومت کو یقیناً اقدامات اٹھانے ہوں گے آنے والے بجٹ میں، آنے والے بجٹ میں یقیناً ہمارے بہت سارے شہر ہیں بڑے بڑے شہر ہیں جو کوئٹہ شہر ہے ہمارا، تربت ہے، گوادر ہے، اسی طرح لورالائی ہے، ان شہروں کو ان کا revisit کرنا چاہیے۔ان کا ان شہروں میں ہونے والی آمدنی کا حساب و کتاب حکومت رکھے۔اور حکومت کو اس طرح ایک کمپنی بنانی چاہیے جسے triple-p کہا جاتا ہے جو عام حکومت اور ایک کمپنی معاہدہ کرے تاکہ ہم ان شہروں کی بہتری کیلئے کچھ کر سکیں۔ جناب میڈیم چیئر پرسن اکثر یہ زمینوں کے تنازعے ہوتے ہیں، پنجاب اور سندھ اور خیبر پشتونخوا نے اس سلسلے میں تمام اپنے زمینوں کا ریکارڈ کمپیوٹرائز کیا ہے ڈیجیٹل کر کے Land revenue management information system بنایا ہے جس سے حکومت کو اس سے بہت زیادہ منافع ہو رہا ہے۔ اگر ہم یہاں Land revenue management information system بنائیں تو یہ تمام آپ کی زمینوں کا ریکارڈ اس میں آئیگا اور اس سے پھر جب انتقال ہونگے اس سے حکومت کو یقیناً فائدہ پہنچے گا۔اسی طرح ہماری اکثر گاڑیاں جو ہیں وہ سندھ اور کراچی میں رجسٹرڈ ہوتی ہیں۔اور فائدہ کس کو مل رہا ہے صوبہ سندھ کو مل رہا ہے اور ہم نے یہاں موٹر وہیکل رجسٹریشن کا جدید نظام بنانا ہوگا اور جب عوام موٹر وہیکل رجسٹریشن کا جدید نظام یہاں خود بنائیں گے تو یہاں پر لوگ بجائے اس کے کہ سندھ میں جا کر کے وہاں پیسے ادا کریں، لوگ ہمارے ہوتے ہیں ٹیکسیز ہم سندھ کو ادا کرتے ہیں کیوں اپنے صوبے اپنے عوام کو اپنے یہاں پر ہم جو ہے نہ وہ ٹیکس ادا نہ کریں۔تو حکومت کو میری تجویز ہے کہ آنے والے بجٹ میں کہ وہ موٹر وہیکل رجسٹریشن کا جدید نظام قائم کرے، جس سے یقیناً اربوں روپے کا فائدہ ہوگا۔ ہمارے بجٹ میں ان کا پیسہ آجائیگا۔ دوسرا میڈم اسپیکر کہ بہت سارے لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں باہر کے لوگ ہیں، انہوں نے بہت سارے جگہوں پر ہمارے بالخصوص کرومائیٹ اور کوئلے کی میں بات کروں گا۔ پتہ نہیں کسی نے دس ایکڑ کسی نے بیس ایکڑ زمیں کو الاٹ کیا ہے اور ہمیں جو ہے نہ اس کے بدلے کتنا مل رہا ہے، پورے سال کا ہمیں مل رہا ہے ایک ارب اسی کروڑ روپے ہمیں کوئلے کے فی ٹن ہمیں 130 روپے دیا جاتا ہے مائنز اونرز، یہ سب میں نے سوال کیا تھا اس اسمبلی کے فلور پر مجھے جواب دیا گیا تھا کہ ایک ارب اسی کروڑ روپے ہمارے مائینز منرل ڈیپارٹمنٹ کو مل رہے ہیں تو میرے تجویز یہ ہوگی

کہ جتنے بھی ہم نے لوگوں کولیز پر جو کان کوئلے کے کان یا کرومائٹ کے کان لیز پر دیئے ہیں اس پر نظر ثانی کی جائے اگر اس پر ہم نظر ثانی کریں گے اور تب جا کر کے ہم اپنے صوبے کے اس کے محصولات کو بڑھانے کے لئے ہمیں ایک جائزہ کمیٹی اسکی سفارشات پر عمل درآمد کرنا چاہیے اور وہ جو اصل معاہدہ ہے اس معاہدے تک ہمیں پہنچانا چاہیے اور میڈم چیئر پرسن ہم نے اکثر اس بجٹ میں جو ابھی اکیس بائیس کا چل رہا ہے اس میں ہم نے مخصوص چند شعبوں کے لئے جس میں مواصلات ، پانی ، پی ایچ ای ، تعلیم وغیرہ اس میں ہم نے بجٹ کا 67% ہم نے بجٹ دی ہے 67% بجٹ ہم نے چند شعبوں کو دی ہے جو Predictive شعبے نہیں ہیں جسطرح میں نے کہا زراعت، فشریز، لائیوسٹاک ، جنگلات ان کے لئے ہم نے محض چند فیصد ہم نے رکھا ستر فیصد ہم نے ان کے لئے رکھا ہے جو non پروڈ یکٹیو سیکٹرز ہیں تو ہمیں حکومت کو اس پر دھیان دینا چاہیے کہ ایسے شعبوں کو پیسہ دینا چاہیے جو پروڈ یکٹیو سیکٹرز ہوں جو ہمارے عوام کو کچھ دے سکیں۔

میڈم چیئر مین: جی شکریہ زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ زیرے: ایک منٹ میڈم اسپیکر ۔ آنے والے بجٹ میں حکومت کو بالخصوص سرکاری سکولوں کی اساتذہ کی کمی اور پھر خاص کر گرلز سکولوں میں یہ حالت ہے کہ اتنا Disbalance ہے منسٹر صاحب یہاں نہیں بیٹھے ہوئے ہیں کہ کوئٹہ شہر کے اندر جو ہائی سکولز ہیں میں چند کا نام لوں گا۔ اپواء گرلز ہائی سکول، پاک گرلز ہائی سکول، ریلوے گرلز ہائی سکول باقی چند یہاں پر سٹوڈنٹس کتنے ہیں سو سٹوڈنٹس اور ٹیچرز کتنے ہیں 80 ٹیچرز میرے حلقہ انتخاب میں ایسے سکولز ہیں جہاں پر چار سو بچیاں پڑھ رہی ہیں وہاں محض دو ٹیچرز ہیں چار سو ل بچیاں میرے حلقہ انتخاب میں آٹھ سو بچے ایک سکول میں ہیں وہاں پر صرف پانچ یا چھ ٹیچرز وہاں پر ہیں اور بہت سارے ٹیچرز باہر کے ڈسٹرکٹ کے آ کر یہاں جو ہے انہوں نے اٹیچمنٹ لی ہے وہاں انکی سیٹ خالی ہوگئی کوئی اور بھرتی ہوا اور کوئٹہ کے سیٹ پر وہ آ کر بھرتی ہوا یہ اکو پائی ہوا کوئٹہ کے لوگ کہاں جائیں گے یہاں کوئٹہ شہر کی آبادی تیس لاکھ تک پہنچ گئی یہاں کے نوجوان روزگار کے لئے تڑپ رہے ہیں ان کو روزگار نہیں مل رہا ہے اسلئے انکے تمام جو پوسٹیں ہیں وہ اکو پائی ہو رہی ہیں ہر کوئی ٹرانسفر کر کے کوئٹہ آنا چاہتا ہے آخر کوئٹہ کے لوگ جائیں تو کہاں جائیں میڈم چیئر پرسن یہ بھی بڑا ایشو ہے ہم نے تو وفاقی سے نیشنل فنانس کمیشن ہم نے وہاں پر ہے اور یقیناً صوبائی مالیاتی کمیشین بھی ہونا چاہئے آنے والے بجٹ سے پہلے وزراء کرام صاحب بیٹھے ہیں کہ وہ صوبائی مالیاتی کمیشن تشکیل دیں یہاں ہم دیکھ لیں کہ اس ڈسٹرکٹ میں آبادی کتنی ہے اس کا رقبہ کتنا ہے یہاں کتنے لوگ رہتے ہیں یہاں کے ضلع کے کیا کیا ضروریات ہیں یہاں پر ابھی کوئٹہ شہر میں تیس لاکھ لوگ رہتے

ہیں پینتیس لاکھ لوگ رہتے ہیں یہاں پر بجٹ کا کتنا حصہ خرچ کیا جاتا ہے ایک ضلع ہے وہاں پر کم آبادی رہتی ہے وہاں پر جو ہے اتنی ضرورت نہیں ہوتی ہے تو اسلئے جب آپ خود وفاق سے ہم نے این ایف سی ایوارڈ کے ذریعے اپنا حصہ ہم لے رہے ہیں جو کم لے رہے ہیں تو کم از کم ہم صوبے میں مالیاتی کمیشن قائم کریں تا کہ مزید ہم ڈسٹرکٹس میں جا کر کے ڈسٹرکٹس کے ضروریات کے مطابق وہاں پر ہم اس کو مزید ہم جو ہیں تقسیم کریں ان تمام جو بجٹ ہے ہمارا میڈیم چیئر پرسن میں نے پہلے بھی کہا کہ یہاں پر پانی کی کمی کا ایک بہت بڑا ایشو ہے پانی دن بہ دن ہمارا نیچے جارہا ہے اور اس کے لئے کوئی میکنیزم نہیں ہے جس کا دل چاہے وہ اب ضرورت یہ ہے کہ حکومت پانی پہنچا نہیں سکتی ہے اگر ہم کسی کو روکیں کہ آپ پرائیویٹ ٹیوب ویل نہ لگائیں تو وہ کہے گا کہ حکومت ہمیں پانی دے دے پی ایچ ای ہمیں پانی دے دے واسا ہمیں پانی دے دے لیکن اس کی وجہ سے اب ہم جو ہے نہ غیر ضروری ہم پانی کو ضائع کر رہے ہیں ہم گھروں میں صاف فلٹر پانی ہم جو ہے نالیوں میں ہم بہا رہے ہیں وہ پانی جو آنے والی نسلوں کی ملکیت ہے جس پر آنے والے نسل سو سال کے بعد لوگ اس پانی پر گزارہ کریں گے وہ پانی ہم نے آج ہی نکال دیا ہے اور بالکل یہ بنجر ہوتا جارہا ہے یہ آپ کا نزدیک ڈسٹرکٹ پشین ہے یہاں ان کے نمائندے بیٹھے ہیں وہ پورا ضلع جو ہے اکثریت علاقے بنجر ہوتے جارہے ہیں پانی نہیں ہے لوگ کہاں جائیں گے ہمارے پاس صرف گرین بیلٹ ہے جو وہ پٹ فیڈر کینال سے سیر آب ہو رہا ہے باقی ہمارے پاس کوئی علاقہ نہیں ہے کہ ہم جو ہیں وہاں پر ایگریکلچر کر سکیں تو یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے ایک میکنیزم بنائیں میڈم چیئر پرسن جو سب سے بڑا وہ ہے میں نے پہلے بھی کہا کہ جنگلات لگانے کے لئے حکومت ہنگامی طور پر یہ فیصلے کرے جتنے بھی ہمارے پہاڑ ہیں جتنے بھی ہمارے علاقے ہیں کوئی ایسا طریقہ کار بنایا جائے تمام کمیونٹی کو دیا کیا جائے کہ ہم زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں تا کہ ہم اپنے علاقے کو سرسبز و شاداب کر سکیں۔

جی شکریہ زیرے صاحب: جی شکریہ زیرے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: میڈم چیئر پرسن دوسرا ایک ہمیں جو اختیارات ہیں جس طرح ملک صاحب نے کہا کہ اس پارلیمان کے اختیارات یہ ایک لیجسلیٹو باڈی ہے یہ قانون ساز ادارہ ہے یہ آئین اور قانون بنانے والے لوگ یہاں بیٹھے ہیں دنیا بھر میں ڈیولیشن آف پاور جو ہوتی ہے وہ نچلے درجے تک جاتی ہے ہم ابھی تک بلدیاتی انتخابات نہیں کرا سکے حلقے ابھی تک نہیں بن سکے تو یقیناً لوکل گورنمنٹ جو ایکٹ ہے 2010 کا پھر اس میں معمولی ترمیم کی گئی 2019 میں اس میں اس کو بہتر بنانے کے لئے اس ایوان سے تجاویز لینی چاہیے میڈم اسپیکر یقیناً امن وامان کے لئے ہم نے ستر ارب روپے سے زائد کا خرچہ ہمارے امن وامان پر ہوتا ہے اب

امن وامان یقیناً ہمارے حکمرانوں کی جو ماضی میں گزرے ہیں جنرل ضیا کے فوجی آمریت سے لیکر کے پھر جنرل مشرف کے دور میں جو پالیسیاں اختیار کی گئیں اس سے پہلے اس ملک کو ایک جمہوری ملک بنانے کی بجائے اسے ایک سیکورٹی سٹیٹ بنایا گیا یہاں پر دہشت گروں کو لایا گیا ان کے اڈے قائم کئے گئے یہاں پر دنیا جہاں کے دہشت گرد لائے گئے اب اس سیکورٹی سٹیٹ میں اب اس غریب صوبے کا ستر ارب روپے سے زائد کا بجٹ صرف امن وامان پر خرچ ہوتا ہے ستر ارب روپے تو سکولوں پر خرچ ہونے چاہیے تھے ستر ارب روپے تو ہسپتال پر خرچ ہونے چاہیے تھے ستر ارب روپے تو یونیورسٹیوں پر خرچ ہونے چاہیے تھے اب آپ دیکھ لیں ہم نے لیویز فورس کو یہ کوشش کی جارہی ہے کہ لیویز فورس کو ڈس آرمز کیا جائے ان کا مورال نیچے گرایا جائے لیویز ہم نے ختم کی کوئٹہ کے یہاں علاقے تھے ہنہ اُوڑک، پنجپائی، سٹرہ غڑگئی، اغبرگ یہ لیویز ایریے تھے اِن کو ہم نے ختم کیا جو ایک ناجائز اقدام تھا جو پچھلی حکومت نے کیا، لیویز پر ہم اتنا پیسہ خرچ بھی نہیں کر رہے، 92% علاقہ لیویز کے کنٹرول میں اور محض 8% علاقہ وہ پولیس کے ہے۔ اور پولیس کو بھی کہا گیا ہے کہ آپ تھانوں میں رہیں۔ FC کو لایا گیا چیک پوسٹیں قائم کی گئی ہیں کتنے ارب روپے کیا FC یہاں ڈیوٹی کر رہی ہے مفت کر رہی ہے ہرگز نہیں کر رہی ہے یہ حکومت اربوں روپے payment کر رہی ہے FC والوں کو۔ اور کیا اُس سے کوئی تبدیلی آئی ہے کیا ہم نے دہشتگردی کو روکا ہے، کتنے دہشتگردی کے واقعات ہو رہے ہیں خود FC والے بھی مارے جاتے ہیں، پولیس والے مارے جاتے ہیں لیویز والے مارے جاتے ہیں، عام شہری مارے جاتے ہیں تو اِس حوالے سے حکومت کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اپنی فورسسز پر آپ اعتماد کرلیں لیویز پر آپ اعتماد کرلیں اُن کے moral کو آپ بڑھائیں، آپ پولیس پر اعتماد کریں، پولیس کے moral کو آپ بڑھائیں، اور جب آپ لیویز اور پولیس کے moral کو آپ بڑھائیں گے اُن کو جدید طرز پر ٹریننگ دیں گے تو بہت سارے مسائل آپ کے حل ہوجائیں گے اور آپ کا بجٹ آپ کا امن وامان کا بجٹ بھی ستر ارب روپے سے کم ہوکر یہ تیس ارب روپے تک آجائے گا چالیس ارب روپے اور کم ازکم چالیس ارب روپے تو development کے لیے بچ جائیں گے۔ تو اِس پر بھی حکومت غور کرے حکومت آنے والے بجٹ میں کہ اِن چیزوں کو آپ نے لینا ہے اور بہت ساری ایسی چیزیں ہیں ہمارے پاس کہ حکومت کو strictly فیصلے کرنے چاہیں۔ حکومت ہے عوام نے اِن کو اختیار دیا ہے یہاں صوبائی حکومت قائم ہے جب آپ کے پاس اختیار ہے تو وہ اختیار استعمال کرو خود استعمال کرو۔ اور ہمارے اتنے وسائل ہیں ہمارے پاس گولڈ ہے ہمارے پاس کاپر ہے ہمارے پاس کوئلہ ہے ہمارے پاس دُنیا جہاں کے معدنی وسائل ہیں وہ وسائل جو ایٹم بم میں استعمال ہوتے یورینیم وہ ہمارے پاس

موجود ہے تو ہم پھر بھی غریب صوبہ کہلائیں تو یہ ایسی بات نہیں ہے تو میں میڈیم چیئر پرسن آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ایک نقطہ اِس پر حکومت غور کرے وزیر داخلہ صاحب کو اگر آپ House in order کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا میڈم چیئر پرسن۔

میڈم چیئر پرسن: .Order in the House

جناب نصر اللہ خان زیرے: وزیر داخلہ صاحب اگر اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں تو سُن لیں یہ اِن کی میڈم چیئر پرسن جو سب سے انحصار ہے ہمارے لوگوں کا وہ بارڈر ٹریڈ پر ہے چمن کے عوام کا زیادہ تر انحصار ڈسٹرکٹ قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ یہ سارے ژوب تک اِن کا کاروبار جو ہے وہ بارڈر ٹریڈ پر ہے لیکن آپ نے دیکھا کہ ڈیورنڈ لائین پر وہ مکمل طور پر بند کر دیا چمن میں بیس پچیس ہزار لوگ صبح جاتے تھے شام کو آتے تھے وہ بند ہوا وہ پچیس ہزار نوجوان بے روزگار ہو گئے۔ وہ کہاں جائیں گے۔ ابھی آپ کو پتہ ہے کہ چمن میں سرِ شام دکانیں بند ہو جاتی ہیں لوگ گھروں کو جاتے ہیں جو یہاں پر لوگ کاروبار کرتے تھے اب وہ کاروبار نہیں رہا۔ اِسی طرح آپ جا کر کے یہ جو ہمارا حاجی زاہد صاحب کا علاقہ ہے پنجگور تربت آپ جائیں وہاں کے لوگوں کا گزارا کس چیز پر تھا وہ بھی بارڈر ٹریڈ پر تھا۔ وہ بھی مکمل طور پر بند کر دیا ہے۔ تو اِس حوالے سے وزیر داخلہ صاحب یہ باتیں آپ آنے والے بجٹ میں بھی رکھیں اور اب اِس پر اقدامات اُٹھائیں آپ لوگوں کو غربت کے مارے نہ ماریں کہ وہ اپنے بچوں کو خودکشیوں پر وہ خود خودکشی کریں اور بچوں کو بھی ماریں، اور last میں میڈم اسپیکر ہمارے بہت سارے طالبعلم وہاں پنجاب میں پڑھ رہے ہیں اسلام آباد میں پڑھ رہے ہیں اُن کے ساتھ روز کوئی نہ کوئی واقعہ ہوتا ہے، اُن کو مارا پیٹا جاتا ہے۔ ابھی کل ہی 18 تاریخ کو DG Khan میں ایک بچے کے ساتھ جو واقعہ ہوا ضیاء الدین موسیٰ خیل اُس کے ساتھ زیادتی کی گئی پھر اُن کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا پھر وہ بیچارہ جانبر نہیں ہو سکا تو اِس پر بھی حکومت strictly اقدامات اُٹھائے اور اس پر وہ پنجاب کی حکومت سے بات کرے اور وفاق سے بات کرے کہ ہم اِس ملک کا اِس فیڈریشن کا حصہ ہیں اور جب ہم اِس فیڈریشن کا حصہ ہیں تو ہمیں شہری حقوق حاصل ہیں ہم اپنی زندگی کاروباری زندگی جہاں بھی ہو ہم گزار سکتے ہیں اور ہمارا یہ حق کے ہم وہاں جا کر کاروبار کریں لیکن تحفظ دینا یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ کہ لوگوں کو اِس بات پر مجبور نہ کیا جائے کہ وہ جا کر کے پھر اپنے فیصلے خود کریں۔ ابھی بھی آپ کو پتہ ہے کہ بنوں میں بہت بڑا قومی جرگہ ہوا پشتونوں کا، جس میں ہزاروں بہت بڑے لوگ آئے، ٹرائبل لوگ آئے سیاسی پارٹیوں کے لوگ آئے، دانشور آئے، اُنھوں نے پچیس نقاط کا جو declaration، historical

declaration اُنھوں نے پاس کیا ہے، اعلامیہ پاس کیا ہے یقیناً اُس میں انہی باتوں کا ذکر ہے کہ یہ ملک اِس میں پشتونوں کی کیا حالت ہے کیا پشتون اِس ملک میں اِس طرح غلام کی طرح رہیں گے یا ایک آزاد انسان کی طرح رہیں گے۔ تو اُس جرگے کے اعلامیے میں بھی یہی باتیں شامل ہیں تو عوام کو کس لیے مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اِس حد تک جائیں کہ وہ جا کر اِس ریاست کو وہ اِس حوالے سے اِس کے خلاف اُٹھیں اِن اداروں کے خلاف اُٹھیں پھر جو ہے نہ وہ کسی کے لیے بہتر نہیں ہوگا۔ بہت شکریہ۔ بڑی مہربانی۔

میڈیم چیئر پرسن: شکریہ زیرے صاحب! عبدالواحد صدیقی صاحب۔ نہیں ٹائم ہے۔

جناب عبدالواحد صدیقی: آپ کی مہربانی لیکن دس منٹ میں ہم اپنا پورا مقدمہ نہیں رکھ سکتے تو kindly اگر آئندہ دن کے لیے shift کر دیں ابھی میرے خیال میں اِن کا مختصر ٹائم ہے وہ دے دیں۔ مُکھی شام لعل جو اُن کو مختصر ہے وہ رکھ لیں۔

میڈم چیئر پرسن: جی مُکھی شام لعل صاحب۔

مُکھی شام لعل: شکریہ میڈم چیئر پرسن۔ pre-budget جو پیش کیا جا رہا ہے، جو پیش ہو رہا ہے یہ ہم سمجھتے ہیں کہ بہت خوش آئند بات ہے ہم ماضی میں بھی اِس قسم کے بجٹ بنے وہ ایسے بنائے گئے جس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ہم موجودہ وزیر اعلیٰ بلوچستان میر عبدالقدوس صاحب سے اور اُس کی کابینہ سے اُمید کرتے ہیں کہ اِس مرتبہ اقلیت برادری کو مطلب اُن کے جو جائز مطالبات ہیں جائز اسکیمات ہیں ترقیاتی اُن پر ضرور کر کے اِس بجٹ میں اُن کے لیے مخصوص صحیح فنڈ دیں گے۔ میڈیم ماضی میں اِس قسم کی اسکیمیں بنائی گئیں جو آج تک کاغذوں میں ضرور ہیں مگر وہاں پر زمین پر نظر نہیں آ رہی ہیں، سب سے بڑی بات ہے اِس ملک کا جو نظام ہے جو ہمارے خاص کر بلوچستان کا یہ بجٹ کے لیے ہم لوگ تو رونا رو رہے ہیں مگر کہاں خرچ ہو رہا ہے، یہاں پر اتنی کرپشن ہے آپ دیکھیں کہ ایک کڑوڑ روپے تو مَیں نہیں سمجھتا ہوں کہ ایک کڑوڑ روپے خرچ ہوتا ہے وہ تقریباً پندرہ سولہ لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں باقی تو سارے کرپشن کے نظر ہو جاتے ہیں، یہ ایک ایسا موذی مرض ہے یہاں پر ہمارے ہاں جس کو کوئی سد باب نہیں ہے، جب تک ہم اِس مرض سے نہیں نکلیں گے، جب تک اِس طرف ہم نہیں جائیں گے جب اِس کا سد باب نہیں کریں گے تو کوئی ترقی والی بات ہے ہی نہیں کوئی پوچھنے والا ہے نہیں کہ back کہاں ہے ہماری ایسی اسکیمیں ہیں جو میں نے پہلے بھی اِس پر بات کرتا رہا ہوں جو آج تک بھی اِس پر کوئی عمل نہیں ہوا نہ کوئی check and balance ہے نہ کوئی تحقیقات ہیں تو پھر یہ بس اِسی طرح چلتا رہے گا۔ تو سب سے بڑی بات ہے بجٹ تو جتنا بھی ہم بنائیں مگر اِس کو کوشش کریں کے جہاں پر صحیح معنی میں

خرچ ہوں۔اورمَیں قدوس صاحب سے زیادہ اُمید رکھتا ہوں کہ اِس دفعہ جو ہماری کافی پسماندگی ہے اقلیتوں میں اُس پر توجہ دیں اور بجٹ اُن کے لیے مخصوص کیا جائے۔ بہر حال میرا تھوڑا سا مختصر یہی ہے کیونکہ دوسرے مقررین نے اِس پر بات کی ہے۔شکریہ کے ساتھ بڑی مہربانی۔

میڈم چیئر پرسن: شکریہ۔ مُکھی شام لعل صاحب۔اب اسمبلی کا اجلاس بروز جمعرات مورخہ 24مارچ2022 بوقت تین بجے سہ پہر تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس 6بج کر32منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

☆☆☆